Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

شازیہ جمال طارق

میرے ہرجائی میرے دلدار

NOVELS KA JAHAN

مکمل ناول

"الٰہی خیر!"

لبنیٰ بیگم اور رخسار کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر مہر افروز نے دل ہی دل میں سب خیر ہونے کی دعا مانگی کیونکہ ان ماں بیٹی کی آمد افروز کے لیے کسی آزمائش سے کم نہیں ہوتی تھی۔

"ہائے اماں! اس گھر میں داخل ہوتے ہی مجھے تو ہر طرف سدرہ خالہ کی خوشبو محسوس ہونے لگتی ہے۔ جیسے وہ ابھی بھی یہیں کہیں موجود ہوں۔"

مہر افروز سے گلے ملتی رخسار نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے ماں سے کہا تو وہ اپنی آنکھوں کے کونوں سے نادیدہ آنسو صاف کرنے لگیں۔

"سچ کہتی ہو۔ مجھے بھی یہاں آ کر یہی لگتا ہے سدرہ اندر سے نکل کر "آپا آ گئیں" کہتی میرے گلے سے لگ جائے گی۔ ہک ہا! یہ اس کی عمر تو نہ تھی جانے کی۔ کیسی میری زندگی سے بھرپور بہن اپنا ہنستا بستا گھر چھوڑ کر منوں مٹی تلے جا سوئی۔"

دوپٹے سے ناک رگڑ کر پونچھتی لبنیٰ رقت آمیز لہجے میں بولیں۔ مہر خاموش کھڑی رہیں۔

"اتنے ارمانوں سے یہ گھر سجایا تھا لیکن بدنصیب کو ایک سال سے زیادہ رہنا نصیب نہیں ہوا۔ اس سے پہلے تو کرائے کے گھروں میں رلتی رہی تھی۔ اب دن پھرنے لگے تھے کہ اوپر سے بلاوا آ گیا۔"

www.pklibrary.com

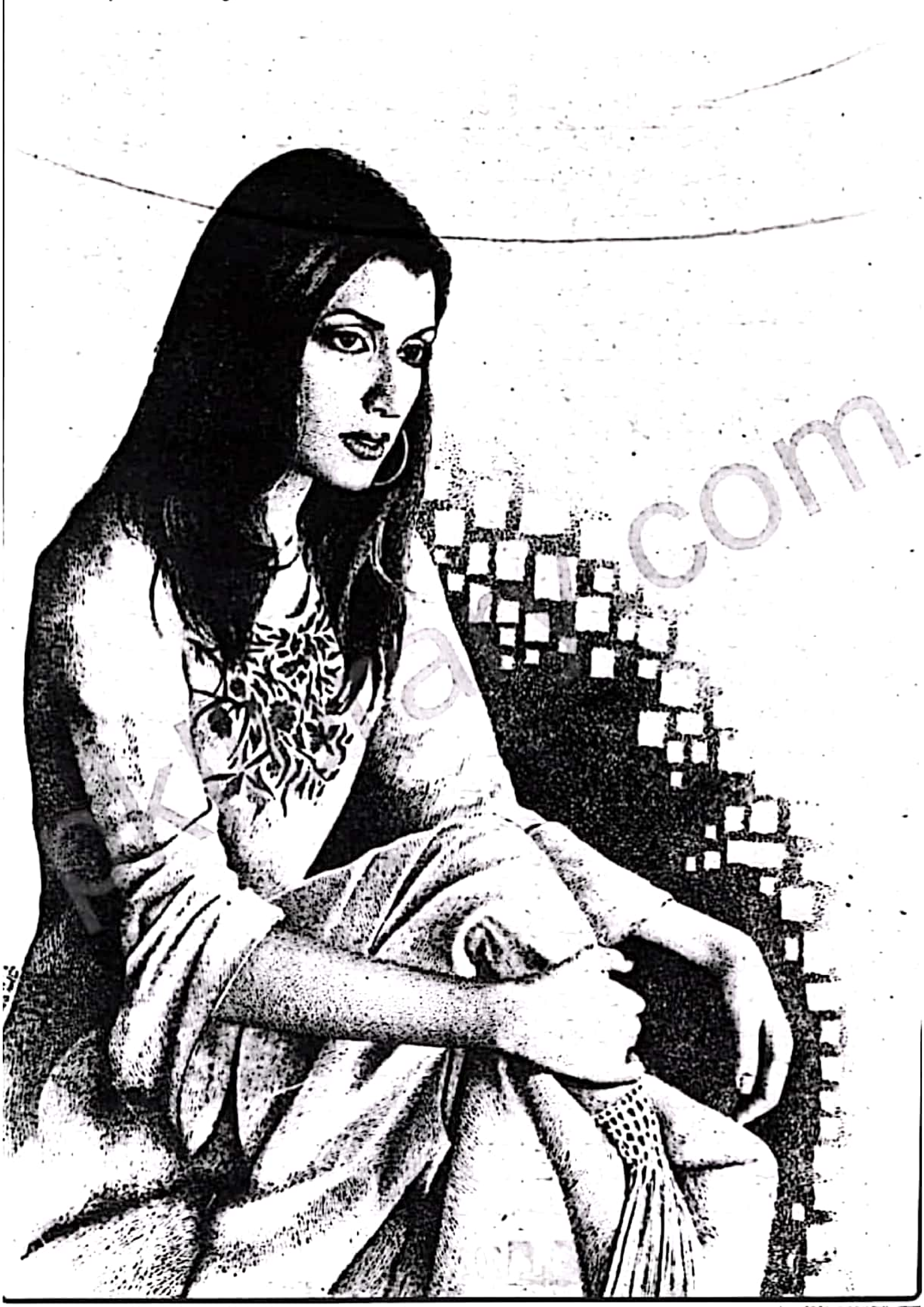

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

سدرہ کو ابدی جہاں سدھارے، بیس برس بیت
گئے تھے لیکن لبنیٰ بیگم ہر بار مہر افروز کو دیکھ کر یوں ہی
بین ڈالنا شروع کر دیتیں جیسے کل ہی کی بات ہو۔ ان
کی دختر نیک اختر رخسار اس وقت صرف تین سال کی
تھی جب سدرہ کا انتقال ہوا تھا لیکن اسے نجانے کیسے
ہر طرف اس گھر میں اپنی سدرہ خالہ کی خوشبو محسوس
ہونے لگتی جنہیں اس نے صرف تصویروں میں ہی
دیکھ رکھا تھا۔

"بچے اب اس کے قد کے برابر آ گئے۔ انہیں
دیکھ کر کیسے اس کے سینے میں ٹھنڈ پڑتی۔ ہک ہا! میری
بدنصیب بہن......" صوفے میں دھنستے ہوئے انہوں
نے ایک اور سرد آہ بھری۔

"ایسے کھڑی ٹکر ٹکر کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا میں کچھ
غلط کہہ رہی ہوں؟" مہر افروز کی خاموشی انہیں کھلی تھی
اور کچھ نہیں تو کم از کم ان کے دکھ میں شریک ہونے کا
اظہار ہی کر ڈالتیں ہونہہ!

"نہیں آپا! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔
لیکن قسمت کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے؟ سدرہ اتنی
ہی عمر لکھوا کر آئی تھی۔ اس کا جانا اور میرا اس گھر میں
آنا اوپر سے طے تھا۔ میں اور آپ کیسے ٹال سکتے تھے
قسمت کے لکھے کو؟" مہر افروز کے رسانیت بھرے
لہجے پر لبنیٰ پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"بچے نظر نہیں آ رہے؟" بات بدل کر پوچھا۔

"لیلیٰ سو رہی ہے اور خرم......" ان کی بات
آدھی منہ میں ہی رہ گئی تھی کہ خرم نے اندر آتے
ہوئے خوش گوار لہجے میں کہا۔

"آہا! آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے
ہیں۔"

"بڑے لوگ تو اکثر ہی یہاں آتے رہتے
ہیں۔ آپ جناب کو ہی فرصت نہیں ہے ہمارے گھر
جھانکنے کی۔" ماتھے پر گرے سلکی بال جھٹکتی رخسار ایک
ادا سے بولی تھی۔ خرم سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"نانی بھی تمہیں یاد کر رہی تھیں۔"

"شام کو چکر لگاؤں گا۔" رخسار کو دیکھتے ہوئے
کہا تو وہ مسکرا دی۔

"کچھ لیا آپ لوگوں نے؟"

"ارے کہاں بیٹا! جب سے آئی ہوں۔
سوکھے منہ ہی بیٹھی ہوں۔ تمہاری ماں زندہ ہوتی تو
ہمارے آتے ہی دسترخوان سجا دیتی۔ لیکن......" لبنیٰ
خالہ نے افسردگی سے بات ادھوری چھوڑی۔ مہر
افروز جلدی سے اٹھی تھیں۔

"میں ابھی جا ہی رہی تھی کچن میں......"

"رہنے دیجیے۔ میں خود ہی باہر سے کچھ لے
آتا ہوں۔ یہ آپ کے مہمان تھوڑی ہیں جو آپ ان
کی خاطر تواضع کی زحمت اٹھائیں گی۔"

خرم تلخی سے کہتا باہر نکل گیا تھا۔ مہر افروز کا چہرہ
تاریک پڑ گیا۔ لبنیٰ بیگم اور رخسار نے ایک دوسرے کی
طرف معنی خیز نظروں کا تبادلہ کیا تھا۔ رخسار اٹھ کر گھر کا
جائزہ لینے لگی۔

"آنٹی! آپ نے سیٹنگ چینج کر دی ہے کیا؟"
یوں ہی گھومتے پھرتے اس نے پوچھا۔ کچن کی طرف
جاتی مہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ پورے گھر میں
رخسار کی ہائی ہیل کی ٹک ٹک گونج رہی تھی۔

"پہلے والی سیٹنگ ٹھیک تھی۔ یہ والا صوفہ اس
کونے میں زیادہ اچھا لگتا......" گھومتے پھرتے ایک
ایک چیز پر اعتراض کرتی وہ پھر سے لاؤنج میں ماں
کے قریب صوفے پر آ بیٹھی تھی۔

"کوئی بات نہیں، بعد میں سب کچھ اپنی مرضی
سے بدلتی رہنا......" لبنیٰ خالہ کی بات پہ مہر کے ہاتھوں
میں چائے کی ٹرے لرزی تھی۔

اسی وقت لیلیٰ بھی اٹھ کر باہر آ گئی۔ "ماں
صدقے! اٹھ گئی میری شہزادی۔" لبنیٰ خالہ نے
چٹاچٹ ایک ساتھ کئی بوسے اس کے لے ڈالے
تھے۔

خرم بازار سے سموسے، کیک، رول، بسکٹ اور
بھی نجانے کیا کچھ لے آیا تھا۔ لیلیٰ اور خرم کے ساتھ
باتیں بگھارتے انہوں نے حق سمجھ کر ایک ایک چیز
سے خوب انصاف کیا تھا۔ خرم خود ایک ایک چیز اٹھا کر

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

انہیں پیش کرتا رہا۔

مہر افروز کو یوں نظر انداز کیا گیا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہوں۔ وہ بہت بجھے دل سے وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔ ان کے قہقہوں، خوش گپیوں کی گونج انہیں اپنے کمرے کے اندر تک گونجتی سنائی دے رہی تھی۔

☆☆☆

"کیا بات ہے مہر! طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟"

اقبال کو وہ آج بہت بجھی بجھی سی مضمحل اور نڈھال سی لگیں۔

تکیہ درست کرتی مہر نے چونک کر انہیں دیکھا۔ "جی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں میں۔"

ان کا شمار ان بیویوں میں ہوتا تھا جو تھکے ہارے گھر آئے شوہر کے سامنے شکایتوں کے دفتر کھولنے کے بجائے جھوٹ بول کر انہیں مطمئن کرنا زیادہ بہتر سمجھتی ہیں۔

"پریشان تو تم ہو۔ نہ بتانا چاہو تو اور بات ہے۔" عینک لگا کر وہ کتاب اٹھائے ورق گردانی کرنے لگے۔ مہر ان کے پاس جا کر بیٹھیں۔

"اقبال! آپ نے خرم کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"خرم کے بارے میں کیا سوچنا ہے؟" کتاب اوندھی کر کے سینے پر رکھتے وہ الٹا ان ہی سے پوچھنے لگے۔

"میرا مطلب ہے لیلیٰ ابھی پڑھ رہی ہے۔ جبکہ خرم کی تو جاب لگ گئی ہے۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا ہے تو ہمیں اب اس کی شادی کر دینی چاہیے۔" وہ رائے طلب نظروں سے شوہر کو دیکھنے لگیں۔

"کیا کوئی بات ہوئی ہے؟ خرم نے کچھ کہا ہے تم سے؟"

"اگر خرم نے مجھے کچھ کہا ہوتا تو پھر مسئلہ ہی کیا تھا۔" بلا ارادہ ان کے لبوں سے پھسل گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں میرے بچوں کا رویہ تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی انہوں نے تمہیں ماں کی حیثیت سے قبول نہیں کیا۔"

"میں آپ سے کوئی شکوہ نہیں کر رہی اقبال۔" انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"تم شکوہ نہ بھی کرو لیکن میں بھی تو آنکھیں رکھتا ہوں۔ مجھے سب دکھائی دیتا ہے۔ مصلحتاً چپ ہوں جوان اولاد پر سختی کرتے دل کو عجیب سے وہم گھیرنے لگتے ہیں۔"

"میں ہرگز نہیں چاہوں گی آپ میری وجہ سے بچوں پر کسی بھی قسم کی سختی کریں؟" وقت بھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ آج بدلا ہے تو کل پھر بدل جائے گا۔"

اقبال نے ممنونیت سے انہیں دیکھا تھا۔

"نجانے کس نیکی کا انعام ہو تم۔" وہ جھینپ کر مسکرا دیں۔

"اچھا اصل بات تو وہیں رہ گئی۔ میں کہہ رہی تھی خرم کی شادی کے بارے میں اب ہمیں سنجیدگی سے کوئی فیصلہ لے لینا چاہیے۔ میری بھانجی تابندہ بہت سلجھی ہوئی بچی ہے۔ خرم کے ساتھ ہمیشہ مجھے اسی کا خیال آتا ہے۔ بہت چھوٹی تھی جب ماں باپ دونوں گزر گئے۔ بڑے بھائی اور بھابھی کے ساتھ رہتی ہے۔ میرا تو دل چاہتا ہے پہلی فرصت میں ہی گوٹھ جا کر ذیشان سے اس کا ہاتھ مانگ آؤں لیکن خرم......"

"تم ضرور بات کرو۔ اگر وہ بچی خرم اور ہمارے گھر کے لیے تمہیں مناسب لگتی ہے تو خرم سے میں بات کرلوں گا۔"

مہر کو اپنے سینے سے بہت بڑا بوجھ ہٹتا محسوس ہوا۔ وہ جانتی تھیں یہ سب اتنی آسانی سے نہیں ہوگا۔ لیکن یہ طے تھا رخسار اس گھر کی بہو بن کر نہیں آئے گی۔

☆☆☆

دو گھنٹوں کا سفر طے کر کے وہ گوٹھ پہنچی تھیں۔ وہی کھیت کھلیان، وہی البیلی پگڈنڈیاں، کچے

www.pklibrary.com

کچے راستوں سے گاڑی دھول اڑاتی آگے بڑھتی چلی گئی۔ یہ ان کا گوٹھ تھا۔

یہاں کی مٹی سے بہت سی اچھی اور بری یادیں جڑی تھیں۔ ان کا وسیع رقبے پر پھیلا کچا صحن، رنگین پائیوں والی چارپائی پہ بیٹھے حقہ گڑگڑاتے ابا، بھینسوں کا دودھ بلوتی اماں اور ان کا گبھرو جوان بھائی۔ جس کی شادی کے فوراً بعد اماں کو اس کے ہاتھ پیلے کرنے کی جلدی پڑ گئی تھی۔ وہ ابھی شہر جا کر آگے پڑھنا چاہتی تھی لیکن اماں نے اسے غفور کے ساتھ رخصت کر کے ہی دم لیا۔

شادی کے پانچ سال بعد اولاد نہ ہونے کے جرم کی پاداش میں طلاق کا داغ ماتھے پر سجائے پھر سے ان کی دہلیز پر آ بیٹھی تھی۔ اماں تو یہی غم لیے قبر میں اتر گئی۔ ابا کو اماں سے بہت محبت تھی۔ آخری دنوں حقہ گڑگڑائے جاتے، آنسو بہائے چلے جاتے۔

اس نے دوسری شادی نہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی تھی۔ لیکن ابا کے بندھے ہاتھوں کے آگے مجبور ہو گئی۔ گوٹھ سے کراچی تک کا سفر......

گاڑی رک گئی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتی نیچے اتر آئی تھیں۔ ذکاء بھائی، بھابھی، ان کی بھتیجیاں سب انہیں یوں اچانک سامنے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

"مجھے ذیشان کے ہاں لے چلیں بھابھی! اپنے خرم کے لیے تابندہ کا ہاتھ مانگوں گی۔" کھانے کے بعد انہوں نے سلمٰی بھابھی سے کہا تو وہ خوشی خوشی ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئیں۔

"بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے مہر! ماں باپ کے بعد بچی بے چاری تو رل گئی۔ فرزانہ سارا سارا دن اپنے درجن بھر بچوں کے کاموں میں الجھائے رکھتی ہے نہ پیٹ بھر کر کھانے کو دیتی ہے نہ تن ڈھانپنے کو اچھا کپڑا۔ ذیشان بھی بیوی کی زبان بولتا ہے۔ اسی کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔"

راستے میں سلمٰی بھابھی انہیں تابندہ کے حالات بتاتی رہیں۔ گھر میں قدم رکھتے ہی ان کی باتوں کی تصدیق ہو گئی۔ فرزانہ ہاتھ میں چھڑی اٹھائے اسے بری طرح جھڑک رہی تھی۔

"گھنٹہ ہو گیا ہے تجھے کاکے کو نہلانے کا کہا تھا وہ مٹی پر لوٹنیاں لگاتا ایسے ہی سو گیا اور تم کم بخت......"

سامنے سے آتی مہر افروز اور سلمٰی کو دیکھ کر ہاتھ اور زبان ایک ساتھ رکے تھے۔ گداز بھری بھری جسامت، مکھن ملائی جیسی رنگت پہ گہری سیاہ آنکھوں والی تابندہ نے شرم سار ہو کر نیچے پڑا اپنا دوپٹا ادھڑے ہوئے کندھوں پہ پھیلا دیا مہر کا دل دکھ سے بھر گیا۔

اسی وقت انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا۔ ذیشان اور فرزانہ نے حیرت سے پہلے ایک دوسرے کو پھر انہیں دیکھا۔ "تابی کی شادی؟"

"ہاں، اپنی مرحومہ بہن کی نشانی کو مزید رلنے کے لیے تم لوگوں کے پاس نہیں چھوڑ سکتی۔ تم نے اچھا نہیں کیا ذیشان! یہ پرائی عورت ہے لیکن تم تو اس کے ماں جائے تھے۔"

"اس نے کبھی کچھ کہا ہی نہیں۔" وہ شرمندہ شرمندہ سا کہنے لگا۔

"تو کیا تم آنکھیں نہیں رکھتے؟ اس کی حالت دیکھ کر تو کوئی اندھا بھی اندازہ لگا سکتا ہے۔ تم تو پھر......" انہوں نے غصے اور تاسف سے بات ادھوری چھوڑ دی۔

ان کا گوٹھ آنا جانا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت کم ہو گیا تھا۔ جب بھی سال، چھ مہینے بعد چکر لگاتیں تو ایک دو دن سلمٰی بھابھی کے ہاں ٹھہرتیں ان ہی کی زبانی تابندہ کی خیر خیریت کا پتا چلتا۔ فرزانہ کی تنگ النفسی کا انہوں نے تذکرہ تو کیا تھا لیکن تب وہ اندازہ نہیں کر پائی تھیں کہ وہ تابندہ کے ساتھ اس حد تک جابرانہ سلوک روا رکھتی ہے۔

مہر افروز کی یاد برس پڑیں۔ اب وہ مسلسل پہلو بدلتی ذیشان کو دیکھ رہی تھی جو اس کی طرف فی الحال متوجہ نہیں تھا۔

www.pklibrary.com

"خیر اس چاند کی چودہ تاریخ کو نکاح اور رخصتی کروا کے ساتھ لے جاؤں گی۔ اور مجھے تابندہ کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے۔ اسے میری جھولی میں ڈال دو، زندگی بھر تمہاری احسان مند رہوں گی۔"

"آپ ہماری بڑی ہیں خالہ! اب شرمندہ تو مت کریں۔ تابی آج سے آپ کی ہوئی۔ اس کو جب چاہیں اپنے ساتھ لے جا سکتی ہیں۔"

فرزانہ کے لاکھ آنکھیں دکھانے کے باوجود ذیشان یوں بولا جیسے سر سے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ فرزانہ کی اصل بے چینی کی وجہ یہ تھی کہ اگر تابی چلی گئی تو اس کے پیچھے بچوں کی لائن کون سنبھالے گا؟۔

مہرافروز اور مسکی چائے۔ پئے بغیر ہی جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"میں تمہیں کوئی جھوٹی امید نہیں دلاؤں گی بیٹا! زندگی آگے بھی اتنی آسان نہیں ہوگی یوں سمجھو کانٹوں پہ چل کر یہاں تک آئی ہوں۔ تم ساتھ دو گی تو مل بانٹ کر سفر کی صعوبتیں جھیل لیں گے کیونکہ منزل تو ایک ہی ہے ہماری، ہمت تو نہیں ہارو گی؟ ساتھ دو گی اپنی خالہ کا؟"

حیران پریشان کھڑی تابندہ نے بغیر سوچے سمجھے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

خرم نے سنا تو غصے سے اکھڑ گیا۔ "میری زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرنے کا حق انہیں کس نے دیا؟"

"ماں ہیں یہ تمہاری۔" اقبال نے تحمل سے کہا۔

"سوتیلی۔" اس نے تصحیح کی۔

"ماں، ماں ہوتی ہے خرم! سگی یا سوتیلی کے فرق کو بیچ میں مت لاؤ۔"

خرم نے سر جھٹکا۔ "بہر حال ان سے کہہ دیجیے گا میں ان کی کسی بھانجی وغیرہ سے شادی نہیں کروں گا۔"

"وہ بات کر چکی ہیں۔" اقبال نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میری طرف سے صاف انکار ہے بابا!"

کرسی کو ٹھوکر مارتا وہ باہر نکل کر لبنیٰ خالہ کے گھر چلا آیا تھا۔ دونوں گھروں کی دیوار سے دیوار ملی ہوئی تھی۔ دن رات میں کئی چکر رخسار کے یہاں اور اس کے وہاں کے لگتے، اکثر لبنیٰ بھی کالج سے واپس آنے کے بعد وہاں چلی جاتی۔ یہاں نانی تھیں۔ لبنیٰ خالہ، رخسار اور دستگیر......

رخسار ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی۔ گیلے بالوں کو دانستہ شرارت سے خرم کے سامنے جھٹکا۔ چند ایک بوندیں اس پر گریں تو وہ ناگواری سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟ اتنے غصے میں کیوں ہو؟"

"زندگی برباد کر دی ہے اس عورت نے ہماری۔ لبنیٰ خالہ بالکل ٹھیک کہتی ہیں نجانے بابا کو کیا گھول کر پلا دیا ہے کہ وہ ان کی ہر بات پہ آنکھیں بند کر کے ایمان لے آتے ہیں۔"

لبنیٰ خالہ کو اس کے آنے کا پتا چلا تو فوراً باہر آ گئیں۔

"گھول کر تو واقعی پلایا ہے۔ ورنہ یہ ہی اقبال ہماری پھول جیسی سدرہ کو ایسی تیز نگاہ سے دیکھتا کہ بے چاری کی آدھی بات منہ میں ہی رہ جاتی۔ لیکن یہ جادوگرنی ہے پوری...... ایسے ہی تو تمہارے باپ پر قبضہ نہیں کر لیا۔"

لبنیٰ خالہ نے رخسار کو شربت لانے کا کہا تو وہ گیلے بالوں میں انگلیاں چلاتی اٹھ کر اندر چلی گئی۔ خرم کی نگاہ بے ساختہ اس کی پشت پر چپکی گیلی قمیص تک گئی تو فوراً نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"لیکن اب کی دفعہ میں ان کی ایک نہیں چلنے دوں گا۔" اس نے سر جھٹکا۔

"اے خرم آیا ہے؟ نہ سلام نہ دعا۔ آتے ہی شروع ہو گیا۔" خمیدہ کمر نانی ماتھے پر ہاتھ کا چھجہ بنائے اپنے کمرے سے نکل کر ان ہی کی طرف آ گئیں۔

"سلام نانی!"

"آ گئی نانی کی یاد۔" چارپائی پر بیٹھتے شکوہ کیا۔

www.pklibrary.com

"اوہو اماں! دیکھ نہیں رہیں بچہ کتنا پریشان ہے۔" اس سے پہلے کہ نانی ہمیشہ کی طرح شکوے شکایتوں کی پٹاری کھول لیتیں لبنیٰ خالہ نے حفظ ماتقدم کے طور پر انہیں پہلے ہی روک دیا۔

"کیوں پریشان ہو؟" ناک پہ انگلی دھرے نواسے سے پوچھا۔

"رشتہ طے کر دیا ہے میرا۔"

رخسار کے ہاتھ سے شربت کا جگ گرتے گرتے بچا۔

"کیا؟" لبنیٰ خالہ نے صدمے سے اسے دیکھا۔ "کب؟ کہاں؟ اور تم مان بھی گئے؟"

"میں نہیں مانا۔ بابا کو راضی کر لیا ہے انہوں نے؟"

"شادی تم نے کرنی ہے یا تمہارے بابا نے؟" رخسار نے جگ تپائی پر پٹخا۔

"شادی تو میں کروں گا اور وہ بھی اپنی پسند سے۔" وہ پورے اعتماد سے بولا تھا۔

"کہاں بات چلائی ہے اس نے رشتے کی؟" نانی کو بروقت سوال سوجھا۔

"اپنی کسی بھانجی سے۔" اس نے دانت کچکچائے۔

"ایک بار دیکھ لو۔ کیا خبر لڑکی واقعی اچھی ہو۔" نانی کے مشورے پہ رخسار کو آگ لگ گئی۔

"نانی!" اتنی زور سے پاؤں پٹخ کر چلائی کہ انہوں نے گھبرا کر اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

"بہرا کروں گی کیا مجھے؟"

"اگر دوبارہ ایسی بات کی تو سچ مچ کر دوں گی۔" ایک خفگی بھری نظر خرم پر ڈالتی وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

☆☆☆

"کال کاٹ دی؟"

لیلیٰ نے بے یقینی سے موبائل کو گھورا۔ وہ صبح سے دستگیر کو دس بار کال کر چکی تھی لیکن وہ اس کی کال نہیں اٹھا رہا تھا۔ نہ ہی کسی میسج کا جواب دے رہا تھا۔ روز صبح اس کی آنکھ دستگیر کی کال پر ہی کھلتی تھی۔ وہ حیدر آباد میں ایک ماربل فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ اکثر رات کی ڈیوٹی ہوتی تو صبح لیلیٰ سے بات کرنے کے بعد سو جاتا۔

آج سب کچھ خلاف معمول ہوا تھا۔ نہ تو اس کی کال آئی نہ ہی اس نے لیلیٰ کی کال اٹینڈ کی۔ مارے پریشانی کے وہ کالج بھی نہ جا سکی۔

"میں پریشان ہو رہی ہوں دستگیر! پلیز میری کال اٹینڈ کرو۔" میسج بھیج کر اس نے سر گھٹنوں پر گرا دیا اسی وقت اس کی کال آ گئی۔

"ہیلو؟ دستگیر تم کہاں ہو؟ ٹھیک ہو نا؟"

"مجھے کیا ہونا ہے؟ ٹھیک ہوں میں۔" روکھا سا جواب دیا۔ لیلیٰ ٹھٹکی۔

"پھر مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہے تھے؟"

"مجھے چھوڑو۔ تم بتاؤ سنا ہے، تمہارے بھائی کی بات پکی ہو گئی ہے؟"

"وہ تو خبر وہاں تک بھی پہنچ گئی؟ لیلیٰ نے گہری سانس اپنے اندر اتاری۔ "ایسا کچھ نہیں ہے۔ مہرامی نے صرف ایک بات کی ہے۔ خرم کی رضامندی کے بغیر کچھ ہو سکتا ہے بھلا؟"

"اچھا؟ اماں تو کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں؟" اب کی بار وہ بولا تو لہجہ قدرے بہتر تھا۔

"میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گی دستگیر! ایسا کچھ نہیں ہے؟"

"ہونا بھی نہیں چاہیے۔" وہ اسے جو جتانا چاہ رہا تھا، لیلیٰ سمجھ گئی۔

دستگیر سے بات کرنے کے بعد وہ لاؤنج میں چلی آئی تھی۔ چاول چنتی مہرامی کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی۔ انہوں نے جھکا سر اوپر اٹھایا۔

"آپ نے ہمارے گھر، ہمارے بابا پر قبضہ کر لیا۔ لیکن خدا کے لیے ہماری خوشیوں سے کھیلنا اب بند کر دیں۔"

"ایسے کیوں بول رہی ہو لیلیٰ؟" انہوں نے

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

چاولوں کا تھال ایک طرف رکھ دیا۔

"ان معصومیت کے ڈراموں سے آپ ہمارے بابا کو بے وقوف بنا سکتی ہیں ہمیں نہیں۔ آپ خرم کی بات کیسے طے کر سکتی ہیں جبکہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے......"

"تم چلنا میرے ساتھ۔ تابندہ سے ملو گی تو......"

"اونہہ! خوش فہمی ہے آپ کی، ہمارے گھر سے کوئی وہاں جانا پسند کرے گا۔" مہر امی گہری سانس بھرتے ہوئے پھر سے تھال اٹھا کر چاول چننے لگی تھیں۔ لیلیٰ نے آگے بڑھ کر بدتمیزی سے تھال ان کے ہاتھ سے لے کر دور اچھال دیا۔

"اس بھول میں مت رہیے گا کہ میں آپ کو آپ کی اس کوشش میں کامیاب ہونے دوں گی۔" دھمکا کر بھی وہ باہر نکل گئی تھی۔ مہر نے بے بسی سے نیچے بکھرے چاولوں کو دیکھا۔

☆☆☆

"یار! مجھ سے کیوں ناراض ہو رہی ہو تم؟"

خرم اس کے پیچھے چھت پر آ گیا تھا۔ نہ وہ اس کے گھر آتی نہ اپنے گھر پہ ملتی۔ خرم زچ ہو کر رہ گیا تھا۔ آج وہ اسے سیڑھیاں چڑھتی دکھائی دی تو وہ فوراً اس کے پیچھے چھت پر گیا تھا۔

"ابھی بھی ناراض نہ ہوں؟" کمان جیسے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"میں صرف تم سے ہی شادی کروں گا۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟"

"اور وہ جو تمہاری مہر امی تمہارے لیے لڑکی پسند کیے بیٹھی ہیں ان کا کیا؟"

"مجھے ان کی پسند ناپسند سے کوئی سروکار نہیں، میں شادی اپنی مرضی اور پسند سے کروں گا اور وہ بھی صرف تم سے۔"

"قسم اٹھاؤ۔" رخسار نے لاڈ سے کہا۔

"تمہاری قسم۔" خرم نے شرارتاً اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔ رخسار بدکی۔

"میری نہیں، اپنی۔"

"ایک ہی بات ہے یار۔" وہ صلح جو انداز میں بولا۔

خرم بہت خوش گوار موڈ میں گھر واپس آیا تھا۔ لیکن اقبال صاحب کی بات نے اس کا دماغ بھک سے اڑا دیا۔ وہ نہ صرف مہر امی کے ساتھ جا کر ان کی بھانجی سے اس کا رشتہ پکا کر آئے تھے بلکہ بہت جلد نکاح کی تاریخ بھی طے کر دی۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے۔" اس نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔

"باپ ہونے کے ناتے کیا میرا اتنا بھی حق نہیں ہے تم پر؟"

انہوں نے آج تک اگر مہر افروز کی ہر بات مانی تھی تو ان دونوں کی بھی کوئی بات نہیں ٹالی تھی۔

"بتاؤ خرم! کیا اپنے باپ کو تم اتنا سا حق بھی نہیں دینا چاہتے؟"

اس نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچ لیں، ایک قہر بھری نگاہ خاموش بیٹھی مہر امی پر ڈالی۔ اسے اس وقت ان سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ وہ واپس مڑ گیا تھا۔ دروازے پر لیلیٰ حق دق کھڑی تھی۔ "یہ کیا ہونے جا رہا ہے؟ ایسا بالکل نہیں ہونا چاہیے۔" اسے اپنے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑتے محسوس ہوئے۔

☆☆☆

اور پھر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے؟

خرم اور لیلیٰ کے لاکھ احتجاج اور رکاوٹوں کے باوجود تابندہ افتخار تابندہ خرم بن کر اس گھر میں آ گئی۔

"رخسار نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔" نکاح کے بعد اس نے گھر آتے ہی پھولوں کا ہار گلے سے اتار کر دور اچھالا تھا۔ لبنیٰ خالہ کی کال سنتے ہی الٹے قدموں ان کے گھر کی طرف بھاگا۔

"یہ کیا پاگل پن ہے رخسار؟" اس کی کلائی پر بندھی پٹی دیکھ کر اسے اپنا دل کٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"تمہارے بغیر اب جی کر کرنا بھی کیا ہے؟" وہ بھاری آواز میں بولی تھی۔

www.pklibrary.com

"ایسے مت کہو۔" خرم اس کے بیڈ کی پائنتی سے لگ کر بیٹھ گیا۔
"کیسی ہے وہ؟ تمہاری دلہن؟"
خرم کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ "پتا نہیں۔ میں نے نہیں دیکھا اسے۔"
"جھوٹ مت بولو۔"
"تمہیں لگتا ہے میں اسے نظر اٹھا کر بھی دیکھوں گا؟ ہرگز نہیں...... میں تمہاری جگہ اسے کبھی نہیں دوں گا۔" وہ قطعی لہجے میں بولا۔
"کیا فائدہ؟ نکاح تو کر ہی چکے ہو۔ ایک دن بیوی بھی تسلیم کر لو گے۔" رخسار رونے لگی۔
"مر کر بھی نہیں۔" اس نے رخسار کا ہاتھ تھام کر پورے یقین سے کہا تھا۔
"پاگل ہے میری بچی۔ تمہاری خاطر اپنی جان تک لینے پر تل گئی۔ ایک تم ہو ماں باپ کے ذرا سے ڈراوے، دھمکاوے میں آ کر ان کی پسند کی لڑکی تک بیاہ کر گھر لے آئے۔" لبنیٰ خالہ نے اندر آتے ہوئے اسے بھگو بھگو کر مارا تھا۔
رخسار کے آنسو، خالہ کے گلے، شکوے رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی جب وہ وہاں سے اٹھ کر لٹے پٹے انداز میں اپنے کمرے میں آیا تھا۔
بیڈ کے وسط میں تکیے کے سہارے نیم دراز وہ یقیناً اس کا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔ خرم نے ایک سلگتی ہوئی نگاہ اس کے وجود پر ڈالی اور زوردار شاہ کی آواز کے ساتھ الماری کا پٹ بند کیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔
چند لمحوں تک یوں ہی آنکھیں پھاڑے خرم کو دیکھتی رہی۔ یک دم دماغ بیدار ہوا تو جھٹکے سے سر جھکا لیا۔
"اس بھول میں مت رہنا کہ میں تمہارے سامنے بیٹھ کر تمہارے حسن کے قصیدے پڑھنا شروع کر دوں گا۔ جو تمہیں یہاں لے کر آئی ہیں میں انہیں پسند نہیں کرتا تو ان کی پسند کو کیا پسند کروں گا۔" تلخی سے کہتا واش روم میں گھس گیا۔ تابندہ اپنی جگہ سن سی بیٹھی رہ گئی۔
"یہ مراقبہ کسی اور جگہ کر لینا۔ ابھی اٹھو یہاں سے مجھے سونا ہے۔"
واش روم سے نکل کر وہ بیڈ کے قریب کھڑا ناگواری سے کہہ رہا تھا۔
"سنا نہیں تم نے؟" اب کی بار چلا کر کہا تو وہ ڈر کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔
پرانڈے میں بندھے ننھے منے گھنگھرو بج اٹھے تھے۔ خرم نے دانت پہ دانت جما کر اس کے واش روم جانے کا انتظار کیا۔
اس نے گولڈن ستاروں اور تلے کے کام کا شلوار قمیص پہن رکھا تھا۔ دوپٹے کے پلو پر بھی ستاروں اور تلے کا نفیس کام تھا۔ واش روم میں نصب آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر زیور اتارتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔
ہمیشہ مختلف رنگ کی پھول دار شلوار، قمیص، دوپٹے میں سادہ سے حلیے میں رہنے والی تابندہ کی دلہناپے کے روپ کی آج پورے گوٹھ نے تعریف کی تھی۔ رگڑ رگڑ کر چہرہ دھو کر وہ واپس کمرے میں آئی تو خرم بیڈ کے وسط میں ٹانگیں پھیلا کر یوں لیٹا ہوا تھا کہ وہ تھوڑے فاصلے پر انگلیاں مروڑتی کھڑی رہ گئی۔
"کیا مصیبت ہے۔ سر پر کیوں سوار ہو گئی ہو؟ گھر میں موجود مہمانوں کا خیال نہ ہوتا تو اسی وقت اپنے کمرے سے باہر نکال دیتا۔" تکیہ اس کی طرف اچھالتا وہ اس قدر بےزاری سے بولا تھا کہ تابندہ کے لیے اپنے پیروں پہ کھڑے رہنا محال ہو گیا۔
خرم کروٹ بدل گیا تھا۔ تابندہ نے جھک کر تکیہ اٹھایا اور سکڑ سمٹ کر صوفے پہ لیٹ گئی۔
"کیا یہ وہی رات ہے جسے خوابوں کی محبتوں اور خوشبوؤں کی رات کہا جاتا ہے؟"
آنسو ایک بار پھر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے جا رہے تھے۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

صبح سویرے صوفے پر سوئی تابندہ پر ایک نگاہ غلط ڈالے بغیر وہ گھر سے نکل گیا تھا۔ رخ لیٹی خالہ کے گھر کی طرف تھا۔

"رخسار کیسی ہے اب؟" صحن میں ہی لیٹی خالہ کچن کی طرف جاتی دکھائی دیں اسے آتا دیکھ کر ٹھہر گئی۔

"کیسی ہو سکتی ہے؟ رات بھر روتی رہی ہے۔ ابھی تک میرے کانوں میں اس کی سسکیاں گونج رہی ہیں۔"

وہ لب بھینچے جوتے سے فرش کی اکھڑی اینٹوں کو ٹھوکر مارتا رہا۔

"میں دیکھ لوں اس کو؟"

لیٹی خالہ کے اثبات میں سر ہلانے سے پہلے ہی کمرے سے باہر نکلتے دستگیر کی اس پر نظر پڑ گئی تھی۔

"یہ یہاں پہ کیا کر رہا ہے؟" وہ جارحانہ تیور لیے خرم کی طرف بڑھا۔

"ذلیل انسان! ابھی بھی تیرے اندر اتنی ہمت ہے کہ یہاں پر قدم رکھ سکو؟"

"دستگیر! میری بات سنو...... دیکھو......" خرم نے رسانیت سے اسے سمجھانا چاہا۔

دستگیر نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔ شور کی آواز سن کر رخسار بھاگتی ہوئی باہر آئی اور اس کے پیچھے نانی بھی۔

"ٹانگیں توڑ کر ہاتھ پہ رکھ دوں گا اگر دوبارہ یہاں نظر آئے تو......"

"لیکن یار! میری بات تو سنو......" اپنا گریبان چھڑواتا وہ پھر سے کچھ کہنے لگا تھا دستگیر نے مکا تان لیا۔ رخسار کی چیخ نکل گئی۔ لیٹی خالہ نے بمشکل دستگیر کو سنبھالا۔

"خرم! ابھی تم جاؤ یہاں سے۔"

انہوں نے خرم سے کہا تو وہ ناراض نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔ "خالہ! آپ بھی؟"

"ابھی جاؤ یہاں سے، اس سے پہلے کچھ مزید غلط ہو جائے۔" ان کا اشارہ سمجھ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر چلا گیا تھا۔

"خبردار! جو ہمارے گھر سے کوئی ان کی طرف گیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا؟" غصے سے بولتا دستگیر باہر صحن میں بنے غسل خانے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"یہ لڑکا تو بالکل باؤلا ہو گیا ہے۔ اب جو ہونا تھا ہو گیا۔ میں تو سوچ رہی تھی جا کر خرم کی دلہن دیکھ آؤں گی۔ گاؤں سے آئی ہے آخر......" رخسار کے خونخوار تیوروں پر نظر پڑی تو نانی بات بدل کر کہنے لگیں۔

"میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہیں رات کو خواب میں سدرہ شکوہ نہ کرے۔"

"ہونہہ! آج سے پہلے تو کبھی سدرہ خالہ آپ کے خواب میں نہیں آئیں گلے شکوے کرنے؟" رخسار تڑخ کر بولی تھی۔

"اے ہے لڑکی! میں تو یوں ہی ایک بات کر رہی تھی۔ پیچھے ہی پڑ جاتی ہے تو......"

"خبردار! جو اس چڑیل کو دیکھنے کا نام بھی لیا آپ نے۔" اس کی دھمکی پر بے چاری دل مسوس کر رہ گئیں۔

☆☆☆

"اگر اپنی پسند سے لائی ہی تھیں تو کوئی ڈھنگ کی تو لے آتیں۔ یہ کیا گاؤں سے گوبھی کا پھول اٹھا کے لے آئیں۔"

صبح ناشتے کی میز پہ اسے سرتاپا گھورنے کے بعد لیلیٰ، مہرامی سے طنزیہ لہجے میں بولی۔

تابندہ نے گہرے سبز رنگ کا گوٹا کناری کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ گوٹا کناری لگا دوپٹا سر پر ٹکائے نظریں جھکا کر اپنے حنائی ہاتھوں کو گھورتی رہی۔

اقبال صاحب نے تادیبی نگاہوں سے لیلیٰ کو گھورا تو وہ اپنا چائے کا کپ پٹخ کر وہاں سے اٹھ گئی۔ سامنے سے آتے خرم کو دیکھ کر ٹھٹک کر رکی تھی۔

"کس سے لڑ کر آئے ہو؟"

"دستگیر سے۔" مختصر جواب دے کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لیلیٰ پریشانی سے اپنے لب کچلنے لگی۔ دستگیر کے غصے کا وہ اندازہ لگا سکتی تھی۔

www.pklibrary.com

اس سے محبت کرتا تھا۔ لاڈ پیار میں اس کی بری بھلی بھی سن لیتا۔ لیکن جیسے ہی کسی بات پر مزاج برہم ہوتا آنکھیں ماتھے پر رکھ لیتا۔ اب تو معاملہ اس کی بہن کی زندگی اور خوشیوں کا تھا۔ اس کے غصے کا سوچ کر ہی لیلیٰ کو اپنے جسم میں سنسنی سی دوڑتی محسوس ہوئی۔ "نجانے اب کیا ہوگا؟"

وہ پریشان سی اپنے کمرے میں آ گئی۔ دستگیر کو کال کرنا "آ بیل مجھے مار" کے مترادف تھا۔ وہ یوں ہی کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگی۔

اسے مہر امی پر رہ رہ کر غصہ آنے لگا تھا جن کی وجہ سے آج ان بہن بھائی کی زندگیوں میں بھونچال آ گیا تھا۔

☆☆☆

"تابی اخرم سے ناشتے کا پوچھو بیٹا!"

اقبال صاحب کے آفس جانے کے بعد مہر خالہ کے کہنے پر وہ پریشان ہو کر ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے ان کے غصے سے......"

رات اس کا جو روپ دیکھا تھا وہ ابھی تک خائف تھی۔ مہر خالہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جو گزری رات کی ساری کہانی سنا رہا تھا۔ گہری سانس اندر کھینچتے انہوں نے بظاہر بشاشت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی صرف اس کا غصہ دیکھا ہے اس لیے۔ جب پیار دیکھو گی تو ڈر نہیں لگے گا۔" اس کا رخسار تھپتھپا کر وہ برتن اٹھائے کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

تابندہ متذبذب سی کمرے میں آئی تو واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ بیڈ کی چادر درست کرنے لگی۔ صوفے سے اپنا تکیہ اٹھا کر دوبارہ بیڈ پر رکھ دیا۔ تب ہی واش روم کا دروازہ کھلا تھا۔ اس کے وجود کو یکسر نظر انداز کرتا وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا تھا۔

"وہ...... مہر خالہ ناشتے کا پوچھ رہی ہیں۔" انگلیاں چٹخاتے بمشکل کہا۔

"ان سے کہو زہر ہے تو وہ لا دیں۔ تھوڑے سے بھی کام چل جائے گا۔ آدھا تو وہ ویسے بھی مار ہی چکی ہیں مجھے۔" بنا اس کی طرف دیکھے زہرخند لہجے میں بولا تھا۔

"اور تم...... خبردار جو بلاوجہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی تو اسی وقت ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کمرے سے نکال باہر کر دوں گا۔"

برش ڈریسنگ ٹیبل پر پھینکتا وہ باہر نکل گیا تھا۔

اگر تابندہ فوراً اپنے قدم پیچھے نہ ہٹاتی تو وہ غصے میں اس کا پاؤں کچل کر آگے بڑھ جاتا۔ مہر خالہ نے یہ تو بتایا تھا کہ یہاں اسے غیر معمولی حالات کا سامنا کرنا پڑے گا تب وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ ان حالات کی بات کر رہی تھیں۔

خرم... اس کے بگڑے تیور اسے ہولائے جا رہے تھے اوپر سے کاٹ کھانے کو دوڑتی لیلیٰ......

دستگیر اس بار اس سے ملے اس سے بات کیے بغیر ہی حیدرآباد چلا گیا تھا۔ مارے بے چینی کے اس کا برا حال تھا۔ نہ تو وہاں سے کوئی آیا نہ ہی اس کے اندر وہاں جانے کی ہمت پیدا ہوئی۔

"اور کچھ نہیں تو نانی ہی آ جاتیں کم سے کم ادھر کے حالات کا کچھ تو اندازہ ہوتا۔" دبیز کارپٹ کو قدموں تلے روندتی وہ سوچے گئی۔

اپنے تئیں لبنیٰ خالہ نے بچپن میں ہی اس کی اور دستگیر کی بات طے کر دی تھی۔ نہ تو باقاعدہ رشتہ مانگا گیا نہ ہی باقاعدہ ہاں ہوئی۔ بچوں کے کچے ذہن میں انہوں نے شروع سے ہی یہ بات ڈال دی تھی جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید راسخ ہوتی گئی۔

خرم اور اپنی رخسار کے بارے میں تو انہیں لگتا وہ بنے ہی ایک دوسرے کے لیے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان اچھی خاصی دوستی اور انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ جبکہ لیلیٰ تو جان دیتی تھی دستگیر پر۔

اور اب اس کی بے اعتنائی اور لاتعلقی اس کے سر پر ننگی تلوار کی مانند لٹکتی اس کا خون خشک کیے جا رہی تھی۔

☆☆☆

مہر خالہ کے کہنے پہ اس نے ہلکے نیلے کلر کا کام

www.pklibrary.com

دار سوٹ پہنا۔ کلائیوں میں ہم رنگ کانچ کی چوڑیاں...... تیار ہو کر وہ باہر نکلی ہی تھی کہ بیرونی دراوزہ کھلا اور رخسار بہت اعتماد سے چلتی بالکل اس کے عین سامنے آ رکی۔ جدید تراش خراش کا سوٹ پہنے، سلکی سیدھے بالوں کو سیٹ کیے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔

"تو تم ہو خرم کی بیوی۔" سر سے لے کر پاؤں تک اسے گھورتے یوں ناک چڑھا کر بولی گویا سامنے کوئی عجوبہ کھڑا ہو۔

"چہ چہ مفت میں ہی مارا گیا بے چارا۔" تابندہ کو دیکھتے ہوئے تاسف سے سر ہلانے لگی۔

"آپ...... کون ہیں خرم کی؟"

تابندہ کے سوال پر وہ بے ساختہ ہنسی۔ "میں؟" نزاکت سے اپنی انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"میرے بہت سارے رشتے ہیں خرم کے ساتھ۔ کون کون سا بتاؤں؟" تابندہ کی نگاہیں اس کی سینڈل سے ہوتی ٹخنوں سے اوپر کالے ٹراؤزر سے جھانکتی سفید پنڈلیوں پر ٹکنے لگی تھیں۔

"بہر حال! خرم آئے تو اسے بتا دینا رخسار آئی تھی۔" کہہ کر جانے ہی لگی تھی کہ لیلیٰ اپنے کمرے کا دراوزہ کھول کر بھاگتی ہوئی آئی۔ "رخسار ارکو......"

بیرونی دراوزے کے پاس جا کر رخسار رک گئی تھی۔

"یہ کیا نمونہ اٹھا لائی ہیں تمہاری مہرامی؟" اس نے تمسخر سے قدرے فاصلے پر کھڑی تابندہ کی طرف اشارہ کیا تو لیلیٰ روہانسے لہجے میں کہنے لگی۔

"بہت برا کیا ہے انہوں نے خرم کے ساتھ لیکن دستگیر......" وہ رو دینے کو تھی۔

"ابھی وقتی غصہ ہے۔ فکر مت کرو۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔" رخسار کی ڈھارس پر اس نے بے یقینی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "کیا اب بھی کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے؟"

"میرے ساتھ جو زیادتی ہوئی سو ہوئی لیکن تمہارے ساتھ میں کچھ برا نہیں ہونے دوں گی۔"

"اوہ رخسار......! لیلیٰ فرط جذبات میں اس کے گلے لگ گئی۔ "آج اتنے دنوں بعد دل کو کچھ سکون ملا ہے۔"

رخسار اس کی بات پر مسکراتی دروازہ پار کر گئی۔ لیلیٰ پلٹی۔

تابندہ تار کے ساتھ بندھے پنجرے میں متعدد رنگ برنگی چڑیوں کو اشتیاق سے دیکھتی۔ پنجرہ انگلی سے گھما رہی تھی۔

"بات سنو! یہاں دل لگانے کی غلطی مت کرنا۔ جلد یا بدیر تمہیں یہاں سے جانا ہی ہے۔" انگلی اٹھا کر اسے متنبہ کرتی وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

☆☆☆

دستگیر کے جانے کے بعد خرم کے لیے بھی لبنیٰ خالہ کے گھر کا دروازہ پھر سے کھل گیا تھا۔ وہ آفس سے واپس آنے کے بعد سیدھا یہاں ہی چلا آیا تھا۔

نانی رخسار پر بگڑ رہی تھیں۔ "مجھے جانے سے منع کر دیا تو پھر خود کیوں گئیں وہاں؟"

"اوہو نانی! دستگیر کے غصے کی وجہ سے آپ کو وہاں جانے سے روکا تھا۔"

رخسار کا موڈ آج قدرے بہتر تھا۔ خرم کی بیوی اسے بہت آسان ہدف لگی تھی جسے صرف ایک دو کوششوں سے ہی خرم کی زندگی اور اس کے گھر سے کک آؤٹ کیا جا سکتا ہے۔

"سچ کہہ رہی ہے؟" نانی نے مشکوک نگاہوں سے گھورا۔

"لو ایک تو آپ کو مجھ پر اعتبار ہی نہیں ہے۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

"میری طرف سے بھلے ابھی چلی جائیں۔" اجازت ملنے کی دیر تھی نانی کروشیے کی بیل والا سفید دوپٹہ اوڑھے فوراً جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔

"منہ دکھائی میں کچھ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" سبزی بناتی لبنیٰ خالہ نے کہا۔

"لو بھلا میرے پاس کون سے فالتو پیسے ہیں جو

www.pklibrary.com

ادھر ادھر لٹاتی پھروں گی۔" چپکے سے دوپٹے کی گانٹھ میں پانچ سو روپے باندھتی وہ جلدی سے دروازہ پار کر گئیں۔

رخسار آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی تازہ بنی آئی بروز کا جائزہ لینے لگی تھی۔

خرم کی آواز سنی تو دوپٹہ ایک کندھے پر ڈالتی باہر نکل آئی۔ لمبی چست فٹنگ والی قمیض میں متناسب جسم کا ایک ایک عضو واضح ہو رہا تھا۔

"چہ چہ خرم! تمہاری مہرامی نے لگتا ہے ایک ہی دفعہ سارے بدلے چکائے ہیں تم سے۔" وہ استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ جو مزید کہہ رہی تھی۔ "شکل سے ہی پینڈو لگتی ہے۔"

خرم کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ "تم گھر آئی تھیں؟"

رخسار نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اسے بھی تو دیکھنا تھا جسے تم نے میری جگہ لا کر بٹھا دیا ہے۔"

"وہ اس گھر اور میرے کمرے میں ضرور رہتی ہے۔ لیکن تمہاری جگہ کہاں ہے۔ یہاں تک وہ کبھی نہیں پہنچ سکتی۔" اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتا وہ بولا۔

"لیکن میں چاہتی ہوں وہ تمہارے گھر اور کمرے میں بھی نظر نہ آئے۔" وہ اس دلبری سے بولی تھی کہ خرم سر تسلیم خم کیے شوخی سے بولا۔

"آپ کی فرمائش سر آنکھوں پر اور کوئی حکم؟"

☆☆☆

نانی نے چپکے سے پانچ سو روپے اس کی مٹھی میں دبائے اور ڈھیر ساری دعائیں ایک ساتھ دے ڈالیں۔ انہیں مہر سے کوئی گلہ نہیں تھا جو اس کی عزت اور خاطر مدارت سگی بیٹیوں سے بڑھ کر کرتیں۔ اگر لبنیٰ اور رخسار کے غصے کا ڈر نہ ہوتا تو وہ شاید مستقل ہی یہاں ڈیرا جما لیتی۔ ان کے جانے کے بعد تابندہ سبزی بناتی مہر خالہ کے پاس جا کر بیٹھی۔

"اصل معاملہ کیا تھا خالہ!"

اس کے پوچھنے پر وہ آہستہ سے سب کچھ بتاتی چلی گئیں۔ جب وہ خاموش ہوئیں تو تابندہ گہری سانس کھینچتی کہنے لگی۔

"شوہر غصہ کرے، ڈانٹے، بے اعتنائی برتے عورت برداشت کر جاتی ہے۔ لیکن وہ اس کی جگہ کسی اور عورت کو دیکھے اسے سراہے اسے چاہے وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر دونوں ایک دوسرے میں اس حد تک انوالو تھے تو آپ کو مجھے بیچ میں نہیں لانا چاہیے تھا۔" کلائی میں پڑی چوڑیوں پر آہستہ سے انگلی پھیرتی وہ مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔

"تم ہار مان رہی ہو ابھی سے؟" مہر خالہ نے اسے دیکھا۔

"کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے خالہ! میں نے دیکھا ہے آج اس کو۔ وہ بہت خوب صورت ہے۔ خرم تو کیا کوئی بھی مرد اس پر بری طرح فریفتہ ہو سکتا ہے۔"

رخسار کو دیکھنے کے بعد وہ بری طرح احساس کمتری اور عدم اعتماد کا شکار ہوئی تھی۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر گھنٹوں خود کو دیکھا تھا۔ بھری بھری گداز جسامت، صاف رنگت، گول چہرے پر کالی سیاہ آنکھیں۔ آتشی گلابی جوڑے کے ساتھ ہم رنگ لپ اسٹک کی تہہ ہونٹوں پہ جمائی۔ "اچھی خاصی تو ہوں لیکن وہ رخسار۔"

اس کے تصور میں ایک بار پھر رخسار کا سراپا آ گیا۔ اسی وقت خرم دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔ اسے دیکھ کر استہزائیہ مسکراہٹ چہرے پر پھیل گئی۔

"کبھی کوئی جوکر دیکھا ہے تم نے؟"

وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔

"وہ دیکھ لو۔" آئینے کی طرف اشارہ کیا تو تابندہ نے ناسمجھی سے آئینے کی طرف رخ موڑا۔ اگلے لمحے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"ہم! تمہیں لگتا ہے ان ہتھکنڈوں سے تم کوئی تیر مار لو گی تو یہ تمہاری بھول ہے تابندہ افتخار!" مذاق اڑاتے لہجے میں کہتا وہ سائیڈ ٹیبل سے کار کی چابی اٹھاتا باہر نکل گیا تھا۔ تابندہ نے جھمکے اتارے، ٹشو سے رگڑ کر لپ اسٹک صاف کی، اس بار اس نے آئینے کی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

رات گئے وہ گھر واپس آیا تو صحن میں ٹہلتے اقبال صاحب کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

"یہ کیا طریقہ ہے خرم؟" وہ رک کر سوالیہ نگاہوں سے ان کا ناراض چہرہ دیکھنے لگا۔

"اب کیا کر دیا ہے میں نے؟ کرتو لی ہے آپ لوگوں نے اپنی مرضی۔" اس نے تلخی سے کہا۔

"لیکن بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی۔ شادی کی ذمہ داریاں تم اٹھا چکے ہو تو اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھاؤ بھی تو سہی۔ سارا دن تمہارا آفس میں گزرتا ہے لیکن واپس آ کر تمہیں اسے ٹائم دینا چاہیے جو تمہارے انتظار میں صبح سے رات کر دیتی ہے۔" خرم نے لب بھینچ لیے۔

"میرا مان رکھ کر مجھے جو خوشی دی ہے، اسے عارضی ثابت مت کرو یار۔" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تھپکتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

خرم تن فن کرتا اندر آیا۔ "بابا سے شکایت کرنے سے پہلے تمہیں مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی۔"

"میں نے کسی سے کوئی شکایت نہیں کی۔" اس الزام پر وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی۔

"تو تم کیا چاہتی ہو میں دن رات تمہارے گوڈے سے لگ کر بیٹھا رہوں؟"

تابندہ کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔ "مجھے ایسی کوئی خواہش نہیں ہے۔"

وہ استہزائیہ ہنسا۔ "پھر بابا کو یقیناً الہام ہوا ہو گا۔"

تکیہ درست کرتا وہ بیڈ پر دراز ہو گیا۔ تابندہ کو صوفے پر پہلو بدلنے میں مشکل ہوتی تھی اس لیے اب اس نے نیچے کارپٹ پر ہی سونا شروع کر دیا تھا۔ ایک زخمی نظر اس سنگ دل پر ڈالی اور منہ تک چادر تان لی۔

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا۔ مہر خالہ کے منع کرنے کے باوجود اس نے ناشتے پر اچھا خاصا اہتمام کر لیا پوریاں، چھولے، خستہ خستہ گرم پراٹھے وہ ایک ایک کر کے سارے لوازمات میز پر سجاتی گئی۔ چائے کا فلاسک لے کر کچن سے نکلی ہی تھی کہ اپنے کمرے سے نکلتی لیلیٰ اس کو دیکھ کر ٹھہر گئی۔

"ہزار دفعہ کہا ہے صبح صبح میرے سامنے مت آیا کرو۔ سارا دن برا گزرتا ہے میرا۔"

ناگواری سے کہتی وہ پھر سے اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ تابندہ کے چہرے پر ایک تاریک سایہ لہرا کر گزرا۔

"آ جاؤ بیٹا! ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اقبال صاحب نے آواز دی تو وہ خرم کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ خرم اسی وقت ادھورا ناشتہ کر کے کرسی کھسکا تا وہاں سے اٹھ کر لاؤنج میں چلا گیا۔

اقبال اور مہر خالہ نے اس کا دھیان بٹانے کی خاطر ادھر ادھر کی باتوں کے دوران ناشتے کی خوب تعریف کی۔ وہ بار بار آنکھوں کی نمی پھیلنے سے روکتی پلکیں جھپکاتی پھیکا سا مسکراتی رہی۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اقبال خالو اپنے کسی دوست سے ملنے باہر چلے گئے۔

مہر خالہ نے بھی آج پڑوس میں کسی کی عیادت کے لیے جانا تھا۔ تابندہ برتن سمیٹ کر لاؤنج میں آ گئی۔ ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کیا۔ خرم اسے نظر انداز کیے اپنے موبائل پر ہی مصروف رہا لیکن دروازہ کھول کر اندر آتی رخسار کو دیکھ کر ایک جھٹکے سے سر اوپر اٹھایا تھا۔

"واہ آج صبح صبح چاند کیسے نظر آ گیا؟"

"یاد رہے چاند رات کو نظر آتا ہے دن کو نہیں۔" کندھے پر گرے بالوں کو جھٹکتی اس نے مسکراتے ہوئے تصحیح کی تھی۔

"تم نظر آ جاؤ تو رات کو دن اور دن کو رات میں بدلتے کون سی دیر لگتی ہے؟"

تابندہ کے دل پر جیسے کسی نے چھری پھیری تھی لیکن وہ پھر بھی دل پر جبر کیے وہاں دانستہ بیٹھی رہی۔

"لگتا ہے تمہارے ہاں مہمانوں کو چائے پلانے کا رواج نہیں ہے۔"

Scanned with CamScanner

www.pklibrary.com

اس کے شکایتی انداز پر تابندہ ریموٹ رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی "میں لاتی ہوں۔"

"اماں یاد کر رہی تھیں تمہیں۔" رخسار نے خرم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کوئی ضروری کام ہے؟" خرم نے پوچھا تو وہ معنی خیز سا مسکرائی۔

"بہت ضروری۔"

"ابھی چلوں؟" فرماں برداری کی انتہا تھی۔

"اب اتنا بھی ضروری نہیں ہے۔" رخسار ہنس پڑی۔ تابندہ کا دل چاہا، چائے میں چینی کی جگہ نمک جھونک دے۔ بمشکل خود پر ضبط کرتی چائے کی ٹرے اٹھائے وہ باہر آئی تھی۔

"میرا ویٹ کچھ بڑھ نہیں گیا خرم؟ سوچ رہی ہوں کوئی جم جوائن کر لوں؟"

خرم نے ایک نظر اس کے دلکش سراپے پر ڈالی۔ "نہیں تو بالکل فٹ ہو پہلے کی طرح۔"

"اچھا؟" وہ ہنسی۔

"میں خوامخواہ کونشس ہو رہی تھی۔ کمال تو پھر ان لوگوں کا ہے جو آٹے کی بوری جیسے کپڑے پھنسائے مزے سے گھوم پھر رہے ہوتے ہیں۔ سچی میرا تو دیکھ کر ہی دم گھٹنے لگتا ہے۔"

اس کی نگاہوں کے تعاقب میں خرم نے تابندہ کی طرف دیکھا جس نے سرخ چہرہ لیے چائے کی ٹرے ان کے سامنے تقریباً پٹخ کر رکھی تھی۔ اپنا چائے کا کپ اٹھاتے رخسار کے لبوں پر محظوظ مسکراہٹ دوڑنے لگی تھی۔

تابندہ جلتی کلستی اپنے کمرے میں آ گئی۔ اور جب تک باہر نہیں نکلی جب تک مہر خالہ کو آتا دیکھ کر رخسار جانے کے لیے اٹھ کھڑی نہیں ہوئی تھی۔

رخسار کو خرم کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر ان کے ماتھے پر ناگواری سے شکنیں ابھر آئی تھیں۔ سر جھٹکتے ہوئے خرم کے باہر جانے کے بعد تابندہ کو پڑوس کا حال سنانے لگیں۔ وہ غائب دماغی سے ہوں ہاں کرتی رہی۔ دل و دماغ میں جیسے ایک جنگ سی چھڑی تھی۔

"تو صوفے سے نیچے کارپٹ پر لینڈ کرنے کے پیچھے یہ وجہ تھی؟"

رات کو سونے سے پہلے خرم کی بلند خیال آرائی نے مزید جلتی پر تیل چھڑکا۔ وہ بنا کوئی جواب دیے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

اسے چوڑیاں بہت پسند تھیں۔ ہر سوٹ کے ساتھ میچنگ چوڑیاں کلائیاں بھر بھر کر پہنے رکھتی۔ اس دن بھی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی کانچ کی چوڑیاں کلائی میں ڈال رہی تھی کہ خرم غصے سے تکیہ دور اچھالتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کیا شور ڈالا ہوا ہے؟ سخت زہر لگتی ہیں مجھے یہ......" ڈریسنگ پر رکھی چوڑیاں اٹھا کر ڈسٹ بن میں ڈالتے وہ ناگواری سے بولا۔ "دوبارہ مجھے ان کا شور سنائی نہ دے اپنے کمرے میں۔"

سرد مہری سے کہتا واش روم میں گھس گیا۔ تابندہ نے پہنی ہوئی چوڑیاں دوبارہ اتار کر دراز میں ڈال دیں اور اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔

اقبال خالو کے قریبی دوست اور کولیگ امجد نے ان کی شادی کی خوشی میں اپنے گھر پر ڈنر رکھا تھا لیکن خرم کے ہنوز بگڑے تیوروں کو دیکھتے انہوں نے ڈنر کی دعوت قبول کرنے سے معذرت کر لی تھی۔ جس کا انہیں بے حد افسوس تھا۔

مصلحتاً وہ خرم کو کچھ وقت دینا چاہتے تھے۔ اسی لیے بحث سے گریز کیا۔ شام کو لبنیٰ خالہ اور رخسار چلی آئی تھیں۔

تابندہ کو دیکھ کر ان کے دل میں بھانبڑ جل اٹھے تھے۔

"میں تمہیں اپنی بیٹی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے نہیں دوں گی۔" اس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے انہوں نے نفرت سے سوچا۔

"اچھا نہیں کیا تم نے مہرا میرے بچے سے اس کے دل کی خوشی چھین لی۔" خرم کے سامنے وہ مہر خالہ کو سنانے لگیں۔ "اتنا سامنہ نکل آیا ہے میرے بچے

www.pklibrary.com

کا۔ آج اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو اپنے جگر کے ٹکڑے کو یوں تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اٹھتی بلکہ وہ بدنصیب اگر زندہ ہوتی تو یہ نوبت ہی کیوں آتی؟"

رقت آمیز لہجے میں بولتے ہوئے وہ دوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کرنے لگیں۔ مہر امی نے خرم کو دیکھا جو لب بھینچے نیچے کارپٹ کو گھور رہا تھا۔

"اگر اپنی مرضی کرنی ہی تھی تو میرے بھانجے کے جوڑ کی تو لاتیں یہ کیا آٹے کا بھرا ہوا کنستر اٹھا کے لے آئیں۔"

ماں کی مثال پر رخسار کو ہنسی آ گئی جسے چھپانے کے لیے اس نے جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ اہانت سے سرخ پڑتا چہرہ لیے تابندہ اسی وقت وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ لبنیٰ خالہ جب تک بیٹھی رہیں اسی قسم کی باتیں کرتی رہیں۔

"کچھ باتوں کا فیصلہ وقت کرتا ہے آپا! کہ وہ صحیح تھیں یا غلط؟"

مہر امی بھی اتنا ہی کہہ سکیں۔ ان لوگوں کے جاتے ہی خرم بھی اٹھ کر باہر چلا گیا۔ مہر تابندہ کے پاس آ گئیں جو کھلی کھڑکی کے پٹ سے ٹیک لگائے آنسو روکنے کے جتن کر رہی تھی۔

"بہت تکلیف دہ ہے خالہ! یہ سب برداشت کرنا۔ اتنی اذیت تو اس وقت بھی نہیں ہوئی تھی جب ......" ماضی کے کئی سسکتے لمحے چپکے سے در آئے تھے۔

وہ اپنے آنسوؤں پر بند نہیں باندھ سکی۔ رخصت کرنے کے بعد بھائی، بھابھی نے تو پلٹ کر خبر تک نہ لی کہ کہیں وہ پھر سے گلے نہ پڑ جائے۔

"دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے میں زیادہ عرصے ان کے درمیان ٹھہر نہیں پاؤں گی۔" وہ ماضی سے حال کی تلخ حقیقت میں لوٹ آئی تھی۔

"نکاح کے بول میں ایک طاقت ہوتی ہے بیٹا! تم بیوی ہو اس کی، اس کے ساتھ ایک ہی چھت تلے رہ رہی ہو۔ رخسار تو کیا کوئی بھی تمہاری جگہ نہیں لے سکتا۔ بشرطیکہ تم اپنی جگہ خود خالی نہ چھوڑ دو......"

وہ بھیگی پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔ جو مزید کہہ رہی تھیں۔

"تمہیں نہیں لگتا کچھ ہے ایسا جو تم مس کر رہی ہو؟"

تابندہ کی آنکھوں میں الجھن در آئی۔ "کیا؟"

"یہ تو خود سوچو۔ اس کے بعد بھی اگر تمہیں لگے میدان چھوڑ جانا ہی بہتر ہے تو اس دن میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ لیکن اس سے پہلے نہیں۔"

وہ اس کے سامنے سوچ کا نیا در کھول کے چلی گئی تھیں۔ تابندہ کمرے میں یہاں سے وہاں تک چکر کاٹنے لگی تھی کہ بے ساختہ ڈریسنگ کے آئینے میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھ کر قدم تھم گئے۔ اس نے از سر نو ہر چیز کا جائزہ لیا۔

اس کا اس گھر میں آنا، خرم کا رویہ، رخسار کا چیلنجنگ انداز......

اس کی سوچ کی رو پلٹی اور پھر اس الجھی ڈور کا سرا اس کے ہاتھ میں آ ہی گیا جو مہر خالہ اس کے ہاتھوں میں تھما کے گئی تھیں۔

☆☆☆

"تو پھر کیا سوچا ہے تم نے؟ ایسا کب تک چلے گا؟"

وہ استفہامیہ نگاہوں سے لبنیٰ خالہ کو دیکھنے لگا۔

آج ان کے گھر میں معمول سے ہٹ کر خاموشی تھی۔ نانی اپنے کمرے میں پرانا بکس کھولے بیٹھی تھیں۔

نانا ابا کا ریشمی رومال جس پر انہوں نے پھول کاڑھا تھا۔ ان کی سو دانوں والی تسبیح جو وہ عمرے سے واپسی پر مکہ سے لے آئے تھے اور ٹین کے چوڑے چوکور سائز حلوے کے خالی ڈبے اور بھی نجانے کیا کچھ......

"اوہو نانی! ان نوادرات کو تو اب عجائب گھر میں رکھوا دینا چاہیے۔" اپنے مطلب کی کوئی چیز نہ پا کر رخسار نے سوہن حلوے کے خالی ڈبوں کی طرف اشارہ کیا۔ نانی تڑپ اٹھیں۔

"نا! اللہ بخشے تیرے نانا مرحوم آخری بار جب

www.pklibrary.com

بنوں گئے تھے تو میرے لیے یہ دو ڈبے سوہن حلوے کے لے کر آئے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے ڈبہ کھول کر میرا منہ میٹھا کروایا تھا۔" وہ سنہرے دن یاد کر کے نانی کے جھریوں زدہ چہرے پر الوہی چمک سی ابھر آئی تھی۔

"اف! ایک تو یہ پرانے زمانے کی محبتیں۔" رخسار وہاں سے نکل کر ماں کے کمرے میں چلی آئی جہاں وہ خرم کے آگے عدالت سجائے بیٹھی تھیں۔

"دیکھو بیٹا! جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب آگے کی سوچو آگے کیا کرنا ہے۔ رخسار کے لیے آئے روز کوئی نہ کوئی رشتہ لے کر آ جاتا ہے۔ لیکن یہ تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے راضی ہی نہیں ہوتی، ورنہ ایک دو تو اتنے اچھے رشتے آئے کہ مجھے انکار کرتے بہت افسوس ہوا۔ لیکن ایسا کب تک چلے گا؟

اب دیکھو تمہارے اور اس دیہاتن کے چکر میں لیلی اور دستگیر کا معاملہ بھی کھٹائی میں پڑ گیا۔ میرا بس چلے تو ابھی کے ابھی اسے کلیجے سے لگا کر اپنے گھر لے آؤں لیکن وہ دستگیر...... ایک ہی بات پر اڑ گیا ہے کہ جب تک رخسار کا معاملہ حل نہیں ہو جاتا تب تک لیلیٰ کو بیاہ کر نہیں لاؤں گا۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ دوہری مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہوں۔" تھک کر انہوں نے خرم کا چہرہ جانچا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ! میں خود اب جلد از جلد اس جھنجھٹ سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ لیکن بابا...... ان کی طبیعت آج کل ٹھیک نہیں رہتی۔ بلڈ پریشر مسلسل ہائی رہنے لگا ہے۔ ڈاکٹر نے کسی بھی قسم کی ٹینشن دینے سے سختی سے منع کیا ہے۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے ان کی طبیعت مزید بگڑے۔"

لبنیٰ خالہ نے اپنے کیوٹکس لگے ناخنوں سے کھیلتی رخسار کو دیکھ کر ایک پرسوچ ہنکارا بھرا۔ اب وہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں۔

☆☆☆

"تو مجھے خود کو گروم کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں۔" وہ گوٹھ سے آئی تھی۔ روشنیوں کے دیس میں بھیس بدلنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

"تم نے فاقے کرنے کب سے شروع کر دیے؟"

مسلسل کئی دنوں سے اسے برائے نام کھانا کھاتے دیکھ کر مہرامی ٹوکے بنا رہ نہ سکیں۔

وہ مسکرائی۔ "ڈائٹنگ پہ ہوں خالہ!"

"اگر تم نے ان لوگوں کی باتوں کو ایسے ہی دل پر لینا شروع کر دیا تو پھر تم وہ نہیں رہو گی جو تم ہو۔" انہیں لگا رخسار اور لیلیٰ کی باتوں سے دل برداشتہ ہو کر اس نے خود کو دبلا کرنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اس کے خوامخواہ سیڑھیاں چڑھنے اترنے کی وجہ بھی اب سمجھ میں آ گئی تھی۔

"میں یہ سب اپنے لیے کر رہی ہوں۔"

اس کے لہجے اور انداز میں کچھ ایسا تھا جس نے مہرامی کے دل کو انجانی خوشی اور طمانیت سے دوچار کیا تھا۔

خرم کے لاکھ ناک بھوں چڑھانے اور چڑنے کے باوجود، وہ بھاگ بھاگ کر اس کا ہر کام خود اپنے ہاتھوں سے کرنے لگی تھی۔ اس کے کپڑے، میچنگ ٹائی، جوتے، گھڑی ایک ایک چیز کا خیال رکھتی۔ جیسے ہی وہ واش روم سے فریش ہو کر باہر نکلتا وہ پھرتی سے اپنے کمرے میں ہی اس کے لیے گرم گرم ناشتہ لگا دیتی۔ دن بدن اس کی تیز ہوتی پھرتیاں خرم کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔

"مجھے ان مہربانیوں کی عادت نہیں ہے۔ اس لیے براہ مہربانی تم اپنی عنایات کا ٹوکرا میرے سر پر نہ ہی رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔"

اس کے لاکھ جھڑکنے، گھرکنے کے باوجود اگلے روز وہ پھر سے اس کا کوئی نہ کوئی کام کرنے میں مصروف نظر آتی۔

"یہ کیا ہے؟" وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا جب تابندہ نے میز پر ناشتہ لگا دیا۔

"ناشتہ ہے۔" وہ سادگی سے بولی۔

خرم نے دانت پر دانت جما کے اسے دیکھا۔

www.pklibrary.com

"یہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔ اگر تمہیں لگتا ہے یہ سب کر کے تم اپنے کسی "مقصد" میں کامیاب ہو جاؤ گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

"مجھے صرف یہ لگتا ہے کہ بیوی ہونے کے ناتے مجھے اپنے شوہر کی ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔"

خرم نے کچھ کہنا چاہا تو اس نے جلدی سے میز کی طرف اشارہ کیا۔

"ناشتہ کیجیے ٹھنڈا ہو جائے گا۔" کہہ کر باہر چلی گئی۔

"ہونہہ! مہرامی کی شہہ پر ہی یہ اتنا پھدکتی جا رہی ہے۔ لیتی خالہ ٹھیک ہی کہتی ہیں مجھے جلد ہی کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔" لیکن شام کو بہت حیران کن بات ہوئی۔

لیتی خالہ دستگیر کے لیے لیلیٰ کا باقاعدہ ہاتھ مانگنے آ گئیں۔ اقبال صاحب اس وقت گھر پر ہی موجود تھے۔

"خرم کی دفعہ تو تم میاں بیوی نے مجھے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ حالانکہ میری مرحوم بہن کا بیٹا ہے۔ میرا حق بنتا تھا۔ لیکن خیر......" ایک طویل سانس خارج کی۔

"قسمت میں یہ سب کچھ یونہی ہونا لکھا تھا۔" اقبال نے سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ فوراً سنبھلیں۔

"ہاں ہاں وہی تو، اسی لیے میں آج دامن پھیلا کر چلی آئی ہوں کہ لیلیٰ کو میری جھولی میں ڈال دو۔ میرا دستگیر بہت خوش رکھے گا اسے۔"

دروازے کے باہر کھڑی لیلیٰ کا روم روم خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔ لیتی خالہ مٹھائی کا ڈبہ ساتھ لے کر آئی تھیں۔ لگے ہاتھوں اگلے مہینے کے پہلے ہفتے کی شادی کی تاریخ بھی مقرر کر دی۔

"آپ تو ہتھیلی پہ سرسوں جما رہی ہیں آپا!" مہرامی کہے بغیر رہ نہ سکیں۔ "میرا مطلب ہے اتنے کم وقت میں تیاری کیسے ہوگی؟"

"ارادے نیک ہوں تو تیاری کرتے کون سا وقت لگتا ہے؟"

طنز کرنے سے وہ پھر بھی باز نہیں آتی تھیں۔

مہر خاموش ہو گئیں۔ لیکن سب کے وہاں سے اٹھ کر جاتے ہی لیلیٰ تنتناتی ہوئی ان کے سر پر جا کھڑی ہوئی۔

"تیاری کے بہانے وقت لے کر آپ پھر کوئی چال چلنے کا سوچ رہی ہیں نا؟" آنکھوں میں تنفر لیے وہ پوچھ رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے میں تو صرف اس لیے کہہ رہی تھی کہ وہ لوگ کیا سوچیں گے کہ ہم پر بیٹی اتنی بھاری پڑ گئی ہے کہ ادھر وہ رشتہ لینے آئے ادھر ہم نے نکاح کی تاریخ دے دی۔"

لیلیٰ نے سر جھٹکا۔ "وہ میری خالہ ہیں۔ ایسا کچھ نہیں سوچیں گی آپ براہ مہربانی اپنے کام سے کام رکھیں۔"

لیلیٰ کی واضح ناگواری کے باوجود وہ لاتعلق نہیں رہ سکتی تھیں۔ تابندہ کو ساتھ لگائے وہ شادی کی تیاریوں میں لگی رہیں۔ شادی کے انتظامات کے سلسلے میں ایک دو کام خرم کے ذمے لگائے تو اس نے خاموشی سے کر دیے۔

انہوں نے کافی عرصے سے تھوڑا تھوڑا کر کے لیلیٰ کے لیے جہیز بنانا شروع کر دیا تھا۔ فرنیچر کے لیے لیلیٰ کو ساتھ لے کر جانا چاہا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔

"مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہیے۔" یہ اس کی مہرامی سے نفرت کی انتہا تھی۔

"یہ سب کچھ میں نے خریدا ضرور ہے لیکن پیسہ آپ کے بابا کا ہی لگا ہے۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"مجھے پھر بھی نہیں چاہیے۔" وہ ہٹیلے لہجے میں بولی تھی۔

"مجھ سے نفرت اپنی جگہ لیکن دنیا داری بھی تو نبھانی پڑتی ہے۔ کل کو لیتی آپا ہی......"

"خدا کے لیے میری خالہ کو تو بخش دیں آپ۔ وہ اتنی گری ہوئی سوچ نہیں رکھتیں۔"

لیلیٰ تیز لہجے میں بولی تھی۔ مہرامی نے اٹھ کر الماری سے زیورات کے ڈبے نکال کر اس کے

www.pklibrary.com

سامنے رکھ دیے۔

"یہ آپ کی ماما کا زیور ہے۔ میں نے آپ دونوں بہن بھائی کے لیے سنبھال کر رکھا تھا۔ خرم کے حصے کا اس کی بیوی کو چڑھایا باقی سب آپ کا ہے۔"

گولڈ کا نیکلس سیٹ، چار چوڑیاں، چین اور ایک انگوٹھی۔

لیلیٰ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا تھا۔ پھر کچھ کہے بغیر سارے ڈبے اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

شادی کی تقریبات شروع ہو گئی تھیں۔ سارے فنکشن گھر پر ہی رکھے گئے۔

مہر خالہ کے کہنے پر تابندہ بیوٹی پارلر گئی۔ فیشل، آئی بروز اور تو اور بالوں کی کٹنگ بھی کروالی۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر وہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔ سامنے ایک بالکل بدلی ہوئی تابندہ کھڑی تھی۔ اتنے دنوں کی ڈائٹنگ اور سیڑھیوں پر اترنے چڑھنے کی پریڈ نے خاطر خواہ کام دکھایا تھا۔ گداز جسامت سانچے میں ڈھل گئی۔

سرخ رنگ کا کام دار پشواز میں وہ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتے خرم نے ٹھٹک کر اسے دیکھا تھا جو ناڑی پن سے اپنے تراشیدہ بال ادھر سے ادھر کندھے پر پھیلاتی غالباً انہیں سیٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ خرم کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے کنفیوژ ہوئی۔

"کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔" خود پر پرفیوم اسپرے کرتا وہ بولا اور باہر نکل گیا۔ تابندہ اس کی پشت کو گھور کر رہ گئی۔ اس کی تیاری بھرپور تھی بس کلائیاں اب بھی سونی ہی رہیں اس دن کے بعد سے اس نے چوڑیوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

اپنی مصروفیات کے باوجود اس نے خرم کی تیاری کا خوب خیال رکھا تھا۔ استری شدہ کپڑے، جوتے، ہر چیز وقت پر اور اپنی جگہ پر ہی ملی۔

مہندی کا فنکشن عروج پر تھا۔ رخسار نے سبز چوڑی دار پاجامے پر شارٹ زرد کلر کی قمیص پہن رکھی تھی۔ آگے پیچھے گہرا گلا، بازو ندارد، ڈیک پر فل والیم میں چلتے "ڈسکو دیوانے" پر اس کا لچکیلا بدن تھرک رہا تھا۔

اس کی طرف اٹھی خرم کی نگاہیں تابندہ کو اندر تک بے سکون کر گئیں۔ بے دھیانی میں وہ چلتی لیلیٰ کے پاس پھولوں سے سجے جھولے پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔ لیلیٰ نے پہلو بدلتے ہوئے ایسے تیکھی نگاہوں سے گھورا کہ وہ فوراً وہاں سے اٹھ کر قدرے فاصلے پر رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ سامنے ہی دوپٹہ لاپروائی سے ایک کندھے پر ڈالے رخسار اپنی سانس ہموار کرتی خرم سے پوچھ رہی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟"

"اچھی لگ رہی ہو۔"

"صرف اچھی؟" رخسار نے آنکھیں نکالیں۔

"یار! یہ گلے وغیرہ کا تھوڑا خیال رکھا کرو۔ اچھا نہیں لگتا اتنے سارے لوگ ہیں۔ کوئی کس نظر سے دیکھتا ہے کوئی کس سے۔ ہم کسی کے دیکھنے پر پابندی تو نہیں لگا سکتے نا؟" رخسار بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ تو وہ قدرے وضاحتی لہجے میں کہنے لگا۔

"تمہیں اس نظر سے دیکھنے کا حق صرف مجھے ہونا چاہیے نا؟"

"بالکل۔" وہ کھل کر ہنسی تھی۔ "اچھا یہ بتاؤ کل بارات پر کیا پہن رہے ہو؟"

"وہی آف وائٹ سوٹ پہنوں گا جو تم نے مجھے پچھلی برتھ ڈے پر گفٹ کیا تھا" خرم کے جواب پر وہ پرجوش ہو گئی۔

"اوہ واؤ! میں بھی کل آف وائٹ ہی پہنوں گی۔ بہت اچھا رہے گا۔"

☆☆☆

لیلیٰ کو پارلر سے تیار کروانے رخسار ہی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ واپسی پر خرم نے انہیں پک کرنے آنا تھا۔ وہ جلدی سے تیار ہونے کے لیے کمرے میں

www.pklibrary.com

آیا تھا۔

"کپڑے کہاں رکھے ہیں؟" بادل نخواستہ تابندہ سے پوچھا جو پریشانی سے گھڑی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"یہ جل گئی۔" اس نے آف وائٹ شرٹ خرم کے سامنے کی۔ جس پر سامنے استری کا واضح نشان چھپا تھا۔ خرم نے صدمے سے اپنی نئی شرٹ کو دیکھا۔

"جل گئی؟ کیسے جل گئی؟ دھیان کہاں تھا تمہارا جاہل عورت اسی لیے منع کیا تھا مت ہاتھ لگایا کرو میری چیزوں کو۔"

اس پر اچھی طرح چلانے کے بعد وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ "او مائی گاڈ! اب میں پہنوں گا کیا؟"

"آپ یہ پہن لیں۔" تابندہ نے الماری سے ہنگ کیا سیاہ شلوار قمیص نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ "یہ بھی بالکل نیا ہے۔ آپ نے پہلے کبھی نہیں پہنا۔"

خرم نے اس کے ہاتھ سے سوٹ جھپٹا اور ایک پریشان نظر کلائی میں بندھی گھڑی پر ڈالی۔ نکاح کا ٹائم ہونے والا تھا۔

"ڈرائیور کو بھیج دیں، وہ پارلر سے لیلیٰ کو لے آئے گا۔" مفت مشورے دیتی سخت زہر لگی تھی اسے۔ واش روم کی طرف جاتا خرم ڈرائیور کو کال ملانے لگا تھا۔

"دیکھ لو نند ہونے کے باوجود کتنا تمہارا ساتھ دے رہی ہوں۔" لیلیٰ کے ساتھ رخسار خود بھی پارلر سے تیار ہو گئی تھی۔ سامان گاڑی میں رکھواتی وہ لیلیٰ سے بولی تو اس نے شرارت سے کہا۔

"بہت جلد یہ وقت تم پر بھی آنے والا ہے پھر میں سارا حساب چکا دوں گی۔" رخسار ہنستے ہوئے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

☆☆☆

تابندہ نے سیاہ چوڑی دار پاجامے پر نیٹ کی قمیص اور بڑا سا نیٹ کا دوپٹہ لیا تراشیدہ بالوں کو ایک کاندھے پر ڈالے باہر نکل آئی۔ سامنے ہی سیاہ شلوار قمیص میں ملبوس دراز قامت خرم چلا آ رہا تھا۔

"اوہو! کیا کبی میچنگ ہے۔" سارا آپا نے دونوں کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے کھنکارا تھا۔

"اب میاں بیوی میں اتنی میچنگ تو ہونی چاہیے نا آپا؟" نجانے کیسے تابندہ کی زبان سے پھسل گیا تھا۔ خرم نے سلگتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی۔

"بالکل ہونی چاہیے۔" سارا آپا کھلکھلائیں۔

لیلیٰ کے ہمراہ اندر آتی رخسار کے قدموں تلے سے کسی نے جیسے زمین کھینچ لی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے تابندہ اور خرم کو دیکھے گئی۔ لیلیٰ کو اسٹیج پر بٹھانے کے بعد وہ تیر کی طرح باہر نکلتے خرم کے پاس جا پہنچی تھی۔ راستہ روکے جانے پر خرم ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔ جس کا چہرہ اس وقت مارے غصے کے رنگ پر رنگ بدل رہا تھا۔

"ہم نے تو آج آف وائٹ سوٹ پہننا تھا نا؟"

"ہاں یار! میں آج وہی پہننے والا تھا مگر جل گیا۔"

"جل گیا کیسے؟" رخسار ٹھٹکی۔

"استری کرتے ہوئے جل گیا اس سے تو مجبوراً مجھے یہ سوٹ پہننا پڑا۔"

"اوہ تو یوں کہو نا جان بوجھ کر جلایا ہے تمہاری اس دیہاتن بیوی نے تاکہ ہم ایک جیسا کلر نہ پہن سکیں۔" رخسار کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر ڈالے۔ خرم چونکا۔ رخسار بہت برے موڈ کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"بہت اوچھی حرکت کی ہے تم نے آج۔" پاس سے گزرتی تابندہ کی کلائی دبوچ کر وہ غرایا تھا۔ "میری شرٹ جان بوجھ کر جلا کر۔" ایک جھٹکے سے اس کی کلائی چھوڑ کر وہ رخسار کو منانے کی غرض سے اسٹیج کی طرف بڑھ گیا تھا۔

تابندہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ یہ بھی غنیمت تھا سب اس وقت اسٹیج پر ہی مصروف تھے کسی نے ان دونوں کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اس نے بمشکل خود پر قابو پایا اور مہرامی کے بلانے پر اسٹیج پر آ

www.pklibrary.com

گئی۔

گھر کی بہو کی حیثیت سے اسے ذمہ داری سے سب کچھ سنبھالتے دیکھ کر جلتی کڑھتی لیٹی خالہ نے دولہا بنے اپنے دستگیر کو بھی نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا۔

رخصتی کے وقت لیلیٰ اقبال صاحب کے گلے لگ کر بری طرح رودی۔ خرم نے بازو پھیلا کر اسے آہستہ سے تھپکا۔ مہرامی نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگانا چاہا تو وہ جلدی سے قدم آگے بڑھا گئی۔ ان کا دعا دینے کے لیے اٹھا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔

لیلیٰ رخصت ہو گئی تھی۔ مہرافروز آج اپنے آنسوؤں پر بند نہیں باندھ پائی تھیں۔ تابندہ نم آنکھیں لیے ان کے گلے آ لگی تھی۔

☆☆☆

"جانتی ہو میں اس شادی کے لیے بالکل راضی نہیں تھا۔ لیکن پتا نہیں اماں کو کیا سوجھی بیٹھے بٹھائے اچانک سارا پروگرام طے کر لیا۔ جو کچھ خرم نے رخسار کے ساتھ کیا اس کے بعد میں کم از کم تم سے شادی کرنے کا خیال اپنے دل سے نکال چکا تھا۔"

ارمانوں کی اس خوب صورت رات دستگیر نے بہت بے دردی سے اس کے ارمانوں، اس کی امنگوں کا خون کیا تھا۔

"جو کچھ ہوا، اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں تھا۔"

"قصور تو رخسار کا بھی نہیں تھا۔" وہ دوبدو بولا تو لیلیٰ چپ ہو گئی۔ قدرے توقف کی بعد آہستہ سے بولی۔

"تمہیں تو محبت تھی مجھ سے کسی اور کی خاطر میری محبت سے دست بردار ہونے کا کیسے سوچ لیا دستگیر؟" بوجھل پلکیں اٹھائے وہ پوچھ رہی تھی۔

"یہ تیری میری کے چکر میں مت الجھاؤ مجھے اور کسی کے لیے نہیں اپنی بہن کی خاطر میں اتنا تو کر ہی سکتا تھا۔" لیلیٰ کے دل کو دھکا سا لگا۔ وہ مزید کہہ رہا تھا۔

"تمہارا بھائی خود تو اپنی بیوی کے ساتھ خوش باش زندگی کے مزے لوٹ رہا ہے اور انتظار کی سولی پر چڑھا دیا ہے میری بہن کو۔"

وہ تڑپ اٹھی تھی۔ "ایسا نہیں ہے۔ خرم بالکل بھی خوش نہیں ہے اس کے ساتھ بلکہ وہ تو اسے سخت ناپسند کرتا ہے۔ اس سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتا اور......"

"کیا تم جھانک کر آئی ہو ان کے کمرے میں؟"

اس کی بات کاٹ وہ اس انداز میں بولا تھا کہ لیلیٰ لب کاٹ کر سر جھکا گئی۔

شادی کی پہلی رات اپنے شوہر کو وضاحتیں دینے کا اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

☆☆☆

خرم ابھی تک سو رہا تھا۔ تابندہ آہستہ سے دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی۔ آج لیلیٰ کا ناشتہ جانا تھا۔

مہرامی علی الصبح کچن میں مصروف ہو گئی تھیں۔ تابندہ ان کا ہاتھ بٹانے کی غرض سے کچن میں چلی آئی تھی۔ خرم نہا کر فریش سا باہر آیا تو اس نے اقبال خالو اور اس کا ناشتہ کچن کے باہر لگا دیا۔ مہرامی نے ناشتہ ڈبوں میں بند کرنے کے بعد شاپر خرم کے ساتھ میز پر رکھا۔ وہ استفہامیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"آج رسم کے مطابق لیلیٰ کے ہاں ناشتہ لے کر جانا ہے۔"

خرم جلدی سے چائے کا خالی کپ رکھتا شاپر اٹھائے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں بھی چلوں ساتھ؟" نجانے کیا سوچ کر تابندہ نے پوچھا۔ وہ جھٹ سے انکار کرنے ہی لگا تھا کہ اقبال صاحب بول پڑے۔

"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے بیٹے؟ تم بھی چلی جاؤ ساتھ۔"

خرم لمبے لمبے ڈگ بھرتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا تو وہ بھی جلدی سے دوپٹہ پھیلا کر اوڑھتی اس کے پیچھے لپکی۔

www.pklibrary.com

"آ گیا تیرے میکے سے ناشتہ۔ میں نہ کہہ رہی تھی بڑی رکھ رکھاؤ والی عورت ہے یہ مہر......" نانی کے کہنے پر لیلیٰ چونک کر سامنے دیکھنے لگی۔ خرم کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی تابندہ۔ اس کا حلق خشک ہونے لگا۔

"تم تو رات کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں؟" دستگیر ایک جتاتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالتا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

"اچھی خاصی خوب صورت لڑکی کو تم ماں بیٹی نے گندم کی بوری، بنا سینگوں کے بھینس اور......اور بھی نجانے کیا کچھ کہہ ڈالا......"

نانی کو بغیر موقع محل دیکھے بات کرنے کی عادت تھی۔ رخسار کو ویسے ہی ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر آگ لگ گئی تھی مزید نانی کے تبصرے نے جلتی پر تیل ڈالا۔

"دستگیر کا موڈ ابھی تک خراب ہے؟" خرم کو اس کا وہاں سے ایسے اٹھ کر چلے جانا برا لگا تھا۔

"اس کا موڈ اب ایسے ہی رہے گا جب تک ......" لیلیٰ خالہ نے تابندہ کو دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔ لیلیٰ بھی شکایتی نگاہوں سے خرم کو دیکھنے لگی۔

"اس کو اپنے ساتھ کیوں لے کر آ گئے؟" موقع ملتے ہی رخسار خرم پر بگڑی۔

"میں نہیں لایا خود ہی آئی ہے۔" اس کی آواز اتنی بلند تو ضرور تھی کہ نانی کی باتوں کا ہوں، ہاں میں جواب دیتی تابندہ تک بخوبی پہنچ گئی۔ وہ خود کو انتہائی غیر آرام دہ محسوس کرتی پہلو پہ پہلو بدل رہی تھی۔

"بہت شوق تھا نا یہاں آنے کا تو اب آرام سے بیٹھ کر اپنا شوق پورا کرتی رہو۔"

بھنا کر کہتا باہر چلا گیا تھا۔ اس نے ایک بے بس نظر نانی پر ڈالی جنہیں عرصے بعد ایک اچھا سامع میسر آیا تھا اور وہ اب آسانی سے اسے اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔ لیلیٰ خالہ پلیٹیں پٹخ پٹخ کر میز پر ناشتہ لگا رہی تھیں جب وہ نانی سے معذرت کرتی وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر واپس آ گئی تھی۔

☆☆☆

"خالہ! سامنے والی گلی کے موڑ پر جو پرائیویٹ انگلش میڈیم اسکول ہے کیوں نہ میں وہاں پڑھانا شروع کر دوں؟" اگلی صبح مہر خالہ کے ساتھ مل کر ناشتہ بناتی وہ پوچھ رہی تھی۔

"انگلش میڈیم والوں نے کب سے انڈر میٹرک اسٹاف رکھنا شروع کر دیا؟"

نجانے خرم کب کچن میں آیا تھا۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالتے طنزیہ لہجے میں بولا۔

"انڈر میٹرک نہ سہی، ایم اے انگلش کو تو رکھ ہی لیں گے۔" جواب مہر خالہ نے دیا تھا۔ تابندہ رخ موڑے انڈے تلتی رہی۔ خرم سر جھٹکتا باہر کرسی پر جا بیٹھا۔ سامنے اقبال صاحب اخبار بینی کر رہے تھے۔

"کیا اپنی تابندہ نے ماسٹر کر رکھا ہے؟"

خوش گوار حیرت میں گھر کر انہوں نے کچن کی کھلی کھڑکی سے جھانکتی مہر سے پوچھا تو۔ وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔

"شادی سے پہلے تابندہ نے پرائیوٹ ایم اے کا امتحان دیا تھا۔ ابھی پچھلے مہینے ہی تو رزلٹ آؤٹ ہوا ہے۔ فرسٹ ڈویژن لی ہے اس نے۔"

خرم لاتعلقی سے ناشتہ کرتا رہا جیسے اسے اس سب سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ تابندہ کام ختم کر کے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

"آج شام کو لیلیٰ لوگوں کی دعوت ہے۔ ہو سکے تو شام کو جلدی گھر آ جانا۔" خرم کو اٹھتا دیکھ کر مہر امی نے کہا۔

"کچھ چاہیے تو وہ بھی بتا دیں۔" لٹھ مار انداز میں پوچھا تو انہوں نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ کے بابا آج گھر پر ہی ہیں وہ لے آئیں گے۔"

وہ آفس جانے کی غرض سے تیار ہونے کمرے میں آیا تو بالوں کو اونچا کر کے کیچر میں مقید کیے وہ کمرہ سمیٹنے میں لگی ہوئی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر جلدی سے بیڈ پر رکھا دوپٹہ اٹھا کر اوڑھ لیا۔

www.pklibrary.com

"چند ہزار روپوں کے لیے اسکول پڑھانے کے ڈرامے کے پیچھے کون سی وجہ کارفرما ہے۔ کچھ بتانا پسند کریں گی آپ؟"

نجانے کس چیز کا غصہ وہ کہاں پہ نکال رہا تھا۔

"بیوی ہونے کے ناتے قانوناً و شرعاً تو میرے نان و نفقے کی ساری ذمے داری میرے شوہر نامدار پر ہے لیکن اگر وہ یہ ذمہ داری بھی اٹھانے پہ تیار نہ ہو تو مجھے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے خود ہی ہاتھ پیر مارنے پڑیں گے نا؟"

جتاتے ہوئے لہجے میں بولتی وہ کمرہ سیٹ کر کے ہاتھ جھاڑتی باہر چلی گئی تھی۔ خرم لب بھینچے اس کی پشت کو گھور کر رہ گیا۔

مہر خالہ کے ساتھ مل کر اس نے دعوت پر اچھا خاصا اہتمام کر لیا تھا۔

خرم بھی آفس سے واپسی پر بیکری سے ڈھیر سارے لوازمات لیتا آیا تھا۔ کامدار سوٹ پہنے، سجی سنوری لیلیٰ دلہنوں والے مخصوص شرمیلے پن کے بجائے عجیب سی گھبراہٹ میں مبتلا تھی۔ ڈری ڈری اور سہمی سی۔ کوئی بھی بات کرنے سے پہلے دستگیر کی شکل دیکھنے لگتی۔ جو سارا وقت اکھڑا اکھڑا سا بیٹھا تھا۔ چند لقموں کے بعد ہی کھانے سے ہاتھ کھینچتا معذرت کر کے اٹھ گیا تھا۔

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" رخسار بے تکلفی سے کہتی کچن میں چلی گئی۔ کچھ ہی دیر بعد خرم بھی پانی لینے کے بہانے اس کے پیچھے چلا گیا تھا۔

تابندہ لب کاٹنے لگی۔ دونوں کے درمیان معمولی سی قربت بھی اسے رقابت کی آگ میں جھلسانے لگی تھی۔

جب مزید خود پہ ضبط نہ رکھ سکی تو اٹھ کر کچن میں آ گئی۔ خرم کے بے حد قریب سلیب سے ٹیک لگائے کھڑی رخسار کا موڈ اسے آتا دیکھ کر بری طرح خراب ہوا تھا۔

"کسی کی پرائیویسی میں مداخلت کرنا کس قدر اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے یہ شاید تمہاری پینڈو بیوی کو پتا نہیں ہے۔"

خرم کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورنے لگا تھا۔

"اتفاق سے پرائے مردوں پر ڈورے ڈالنے کو بھی اخلاق سے گری ہوئی حرکت میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔ یہ شائد آپ جیسی اعلا تعلیم یافتہ لڑکی کو پتا نہیں ہے۔"

کہتی چائے کی ٹرے اٹھاتی اور ان دونوں کو ہکا بکا چھوڑ کر باہر آ گئی تھی۔

رسم کے مطابق انہوں نے مکلاوے کے بعد لیلیٰ اور اس کے گھر والوں کے لیے تحائف لے رکھے تھے۔ روانہ ہوتے وقت مہر امی نے وہ شاپرز لیلیٰ کو پکڑانے چاہے تو وہ ہاتھ آگے بڑھانے کے بجائے ناگواری سے انہیں دیکھتی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ جبکہ لبنیٰ خالہ نے فوراً آگے بڑھ کر مہر اور تابندہ کے ہاتھ سے سارے شاپر لے لیے تھے۔

☆☆☆

ساون کی بدلیوں نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ سہ پہر ہاسی ہو کر دم توڑ رہی تھی جب بارش شروع ہوئی تو پھر بنا وقفے کے رات گئے تک برستی رہی۔

"مہر خالہ! کیوں نہ آج کھانے میں کچھ چٹ پٹا ہو جائے؟" مہر خالہ اور اقبال خالو کو شام کی چائے دینے کے بعد اس نے رائے طلب نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" اقبال خالو کی بات پر وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"جو دل چاہے کیا کرو، پورا گھر تمہارا ہے۔" وہ اس کا مان بڑھا رہے تھے۔ مہر خالہ چائے پیتے مسکراتی رہیں۔

"بس ایک گھر والا ہی میرا نہیں ہے۔" اس نے آزردگی سے سوچا پھر سر جھٹکتی کچن میں چلی آئی۔ خوب دل لگا کر کڑھی چاول بنائے۔

"بھئی مہر! مجھے دن بدن احساس ہوتا جا رہا ہے

www.pklibrary.com

تم نے اپنی تابندہ کی تعریفوں کے معاملے میں بہت کنجوسی سے کام لیا تھا۔"

اقبال خالو کا تعریف کرنے کا بھی اپنا ہی انداز تھا۔ مہر خالہ اور وہ دونوں ایک ساتھ ہنس دیں۔ خرم پچھلے دو دنوں سے آفس کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ واپسی کا کچھ پتا نہیں تھا۔ تابندہ کو کمرہ اس کے بغیر بہت خالی خالی سا لگا۔ بارش کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ اب ہلکی پھلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ وہ ٹیرس پر آ گئی۔

پھوار میں بھیگتی خرم اور رخسار کے بارے میں سوچ گئی۔ رخسار پر فدا ہو جانے والے خرم کا رویہ اس کے ساتھ بالکل بدل جاتا تھا۔ اتنی تذلیل، اتنی اجنبیت اور لاتعلقی...... بظاہر مضبوط بنی وہ اندر سے کمزور پڑتی جا رہی تھی۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے سہاگن وہ جو پیا من بھائے۔" اس نے دل گرفتی سے سوچا اور واپس کمرے میں آ گئی۔ پھوار پھر سے موسلا دھار بارش میں بدلنے لگی تھی۔ اس نے کپڑے بدلے، گیلے بالوں کو انگلیوں سے سلجھایا اور پھر نجانے کیا سوچ کر بیڈ پر دراز ہو گئی۔

"کون سا وہاں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔" سوچ کر خود کو مطمئن کیا۔ صوفے اور قالین پر تو کروٹیں بدل بدل کر بہت مشکل سے اسے نیند آتی تھی اور آج بیڈ پر لیٹتے ہی آنکھیں بوجھل ہو کر بند ہونے لگیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ہر چیز سے بے خبر ہو گئی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا بارش میں بھیگتا خرم تقریباً بھاگتے قدموں کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا تھا۔ بیگ رکھنے کے بعد آتے ہی واش روم میں گھس گیا۔ شاور لینے کے بعد کپڑے بدل کر باہر نکلا تو زیرو پاور کی نیلگوں روشنی میں اب اس کی نظر بیڈ پر مزے سے سوئی تابندہ پر پڑی تھی۔ دوپٹے سے بے نیاز...... خرم نے محض ایک لمحے کے لیے سوچا تھا۔ تھکان سے چور وجود کے ساتھ وہ بیڈ پہ دراز ہو گیا۔ اس کا ہاتھ تابندہ کے بازو سے ٹکرایا تو گہری نیند کے باوجود وہ ہڑبڑا کر جاگ گئی۔ آنکھیں پھاڑ کر اپنے پہلو میں سوئے خرم کو دیکھا اور سرعت سے اٹھنے لگی تھی کہ خرم نے ہاتھ پکڑ کر پھر سے گرا لیا۔

"کیا ہوا؟ اگر اتنا ہی دل چاہ رہا تھا بیڈ پہ سونے کا تو پہلے بتا دیا ہوتا۔"

اہانت کے احساس سے تابندہ کا چہرہ جل اٹھا تھا۔ "وہ غلطی ہو گئی۔" اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی تو اس کی کوشش کو ناکام بناتا وہ ترکی بہ ترکی بولا۔

"تو پھر بھگتو اب۔"

تابندہ تڑپ اٹھی تھی۔ دن کے اجالے میں اس کی ذات کی نفی کرنے والے کو وہ ایک کمزور لمحے کی گرفت میں خود پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ یہ اس کی نسوانیت کو گوارا نہیں تھا۔

"کیا ہوا؟ ویسے تو بڑا میرا شوہر، میرا شوہر کرتی پھرتی ہو......"

تابندہ کی ساری مزاحمت دم توڑ گئی تھی۔

☆☆☆

صبح اس کی آنکھ قدرے تاخیر سے کھلی تھی۔ سر تا پیر کمبل میں لپٹی تابندہ کو ایک نظر دیکھتا وہ جلدی سے آفس کے لیے تیار ہو کر باہر نکل گیا۔

"خرم! ناشتا......" مہر امی کی آدھی بات منہ میں ہی رہ گئی تھی۔ وہ انہیں نظر انداز کرتا بیرونی دروازہ پار کر گیا۔ کافی عرصے سے تابندہ ہی اس کا ناشتا بنا کر کمرے میں لگا دیتی تھی۔ وہ کچھ حیران سی ہوتیں اندر آئیں تو تابندہ کو منہ سر لپیٹے پڑا دیکھ کر پریشانی سے آگے بڑھیں۔

"تابی! کیا ہوا بیٹا؟ طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" تابندہ نے سرخ متورم آنکھیں بمشکل کھول کر اٹھنے کی کوشش کی۔

"میں ٹھیک ہوں خالہ! بس ذرا سر میں درد ہو رہا تھا تو......" وہ ان سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ انہوں نے فوراً اسے اٹھنے سے روکا۔

"لیٹی رہو۔ میں تمہارے لیے ناشتا لے کر آتی ہوں۔ پہلے کچھ کھا پی لو پھر سر درد کی دوا لے کر سو جانا۔ ٹھیک ہے؟" نرمی سے کہتی وہ وہاں سے اٹھ کر کچن

www.pklibrary.com

میں آ گئیں۔ تابندہ نے دوبارہ سر تکیے پر گرا لیا۔ آج وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس کے اوپر پرائی عورت کو فوقیت دینے والے نے کیسے اسے لمحوں میں زیر کر لیا تھا۔ وہ اس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک نہیں پا رہی تھی۔ ناشتے کے بعد سر درد کی گولی لے کر پھر سے کمبل تان کر لیٹ گئی۔ پھر سارا دن باہر نہیں نکلی۔ البتہ خرم کے آنے سے پہلے رات کو حفظ ماتقدم کے طور پر بیڈ سے اتر کر صوفے پر لیٹ گئی تھی۔ بازو آنکھوں پہ رکھ کر سوتی بن گئی۔ خرم لبنیٰ خالہ کے ہاں چلا آیا تھا۔

"جانتے ہو جب میں سوچتی ہوں تم اس کے ساتھ ایک ہی چھت تلے رہ رہے ہو تو میرے اندر آگ سی بھڑک اٹھتی ہے کہ کہیں تم......"

لبنیٰ خالہ چائے کا کہنے کے لیے اٹھیں تو رخسار اس کے سامنے آ بیٹھی۔ اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت۔

"لیلیٰ کہاں ہے؟" اس سے نگاہ چراتا وہ لیلیٰ کے بارے میں پوچھنے لگا تھا کہ اسی وقت لیلیٰ چائے لے کر اندر آ گئی۔ رخسار کو لبنیٰ خالہ نے آواز دی تو وہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔

"کیسی ہو لیلیٰ؟" اس کی سرخ سوجی ہوئی آنکھیں دیکھ کر وہ ٹھٹکا تھا۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ سرد مہری سے بولی۔

"ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ کوئی بات ہوئی ہے کیا؟" خرم یک لخت سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

لیلیٰ پھٹ پڑی۔ "کیوں اس معاملے کو اتنا لٹکا رہے ہو؟ چھوڑ کیوں نہیں دیتے اسے۔ یا پھر...... چھوڑنا ہی نہیں چاہتے ہو اب؟"

خرم جھنجلا گیا۔ اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے سب نے اسے کوئی چوری کرتے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔ اس احساس سے پیچھا چھڑوانے کی خاطر تو وہ یہاں چلا آیا تھا لیکن اب وضاحتیں پیش کرنا بھی دشوار لگ رہا تھا۔

وہ الجھا الجھا سا وہاں سے اٹھ آیا۔

☆☆☆

"افوہ! ایک تو یہ آج کل کی لڑکیاں بھی نا۔"

لبنیٰ خالہ کو آج فرصت ملی تھی تو مکلاوے میں ملنے والے تحائف کھول لیے۔ "ایک تو اس سوتیلی نے خالی ہاتھ رخصت کر دیا اب اگر رسم کے طور پر کچھ دے رہی تھی تو لینے سے کیوں ہچکچا رہی تھیں تم؟" انہوں نے کوئی دسویں بار لیلیٰ کو اس بات پہ گھر کا تھا۔

اس کے لیے بے حد خوب صورت جوڑے تھے۔ جنہیں اس نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی لبنیٰ خالہ نے رکھ لیے۔ "اگر تمہیں نہیں چاہئیں تو میں رکھ لیتی ہوں۔ آگے دینے دلانے کے کام آ جائیں گے۔" لیلیٰ چپ رہی۔

"ویسے ان کی مہر امی کمال عورت ہے۔ خالی ہاتھ ہی لیلیٰ کو رخصت کر دیا۔ یقیناً اقبال خالو کا ڈر ہو گا اس لیے سدرہ خالہ کے زیور اس کو دے دیے ورنہ ان کو بھی اپنے پاس دبائے رکھتیں۔" رخسار کی بات پر بے ساختہ لیلیٰ کے لبوں سے پھسلا۔

"انہوں نے جہیز جمع کر رکھا تھا میں نے خود ہی لینے سے انکار کر دیا۔"

لبنیٰ خالہ اچھلیں "ہائیں! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیوں انکار کر دیا؟"

"بس مجھے ان کی عنایات نہیں چاہیے تھیں۔"

لبنیٰ خالہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئیں۔

"لو بھلا پیسہ تو سارا تمہارے باپ کا ہی لگا ہے۔" اس کی عقل پر جی بھر کر ماتم کرنے کے بعد ان کے اگلے مطالبے پر لیلیٰ دم بخود رہ گئی۔

"اپنا حق کوئی اتنی آسانی سے چھوڑتا ہے بھلا؟ کل ہی پہلی فرصت میں رخسار کے ساتھ جا کر اپنا سب سامان اٹھا لاؤ۔ بلکہ رخسار کو رہنے دو۔ میں خود ہی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ بہت چالاک عورت ہے یہ مہر، کیا پتا کوئی ایک آدھ چیز ادھر ادھر چھپا دے۔" انہوں نے بیٹھے بیٹھے سارا پروگرام طے کر لیا۔

"یہ تو اپنا تھوکا چاٹنے والی بات ہو گئی۔" لیلیٰ

www.pklibrary.com

کے لاکھ کنی کترانے کے باوجود اگلے روز وہ اسے اپنے ساتھ لے کر گئیں اور منہ پھاڑ کر مہر افروز سے لیلیٰ کے جہیز کے سامان کا مطالبہ کر دیا۔ لیلیٰ نظریں چرا گئی۔

"لیلیٰ کی اپنی چیزیں ہیں وہ جب چاہے یہاں سے لے جا سکتی ہے۔" بغیر کچھ جتائے انہوں نے اٹھ کر بڑے کمرے کا لاک کھول دیا تھا۔

سارا سامان ڈبوں میں بند پڑا تھا۔ کراکری، الیکٹرک کا سامان، گدے، بستر کے سیٹ، فریج، ایل سی ڈی اور بھی نجانے کیا کچھ......

لتی خالہ کی باچھیں یہاں وہاں تک چر گئیں...... "اے ہے اتنا سب کچھ اب ہم سے کہاں اٹھایا جائے گا۔ رکو میں ذرا گلی میں کسی کو دیکھوں دو چار مزدور مل گئے تو منٹوں میں سارا سامان اٹھالیں گے۔" وہ بولتے بولتے دروازہ پار کر گئیں۔

اپنی مرضی سے سارا سامان پورے گھر میں سیٹ کروانے کے بعد انہوں نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑے۔

"سچ کہتے ہیں بھئی سوتیلی، سوتیلی ہی ہوتی ہے۔ اتنا کچھ دبا کے بیٹھی تھی۔ بچی بے چاری نے نادانی اور کم عقلی میں انکار کر دیا تو خود سمجھداری سے کام لیتی آخر ہم نے بھی تو دنیا کو دکھانا ہے۔" لیلیٰ بہت چپ تھی۔ اسے شرمندگی اور سبکی کے احساس سے نکالنے کی خاطر چٹاچٹ بلائیں لیتے سارا ملبہ مہر امی پر ڈال دیا۔

☆☆☆

رخسار کو آنسو بھری آنکھیں لے کر کمرے سے باہر نکلتا دیکھ کر دستگیر ٹھٹکا تھا۔

"کیا ہوا ہے رخسار کو؟" اندر آ کر اس نے ماں سے پوچھا۔

"اپنے نصیبوں کو رو رہی ہے۔" لتی بیگم نے رقت آمیز ہنکارا بھرا تھا۔

"اس کی عمر کی سب اپنے گھروں میں آباد خوش باش زندگی گزار رہی ہیں۔ اپنی لیلیٰ کو ہی دیکھ لو۔ مگر میری بدنصیب بچی ناقدرے لوگوں پیچھے خود کو رول کر ساری خوشیاں اپنے اوپر حرام کر بیٹھی ہے۔"

دستگیر کی پیشانی کی رگیں ابھرنے لگی تھیں۔ "تو دفع کرے اس کو۔ دنیا اسی ایک شخص پر ختم ہو گئی ہے کیا؟"

"اے ہے ایسے کیسے دفع کر دے۔ نام لگ چکا ہے میری بچی کے ساتھ اس کا۔ اب تو وہ ہی بیاہ کر لے جائے گا۔ بہت برداشت کر لی میں نے ساری برادری کی تھوتھو......"

دستگیر بھرا ہوا وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا تھا۔ سامنے لیلیٰ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔ آج انہیں ایک دعوت پر جانا تھا۔

"سنو دستگیر! میں......"

"تم سنو میری بات اب۔" اس کی بات درشتی سے کاٹ کر وہ اس کی کلائی دبوچ جیسے غرایا تھا۔ "اپنے بھائی سے جا کر کہو جلد فیصلہ کرے اس کا ورنہ......"

"ورنہ؟" لیلیٰ کا حلق خشک ہونے لگا۔

"ورنہ اس بار میں جب واپس آؤں تو تم مجھے اس گھر میں نظر نہ آؤ۔" جھٹکے سے اس کی کلائی چھوڑتا وہ غصے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ لیلیٰ نے زیور نوچ کر اتار پھینکے، سینڈل اتار کر دور اچھالی تھی۔ اپنے کمرے سے نکل کر رخ بیرونی دروازے کی طرف تھا۔

"تابی بیٹے! لیلیٰ کے کمرے کی اچھی طرح صفائی کروا دو۔ کیا پتا دستگیر کے جانے کے بعد لیلیٰ کچھ دنوں کے لیے یہاں رکنے آ جائے۔"

مہر امی کی بات پر اثبات میں سر ہلاتی تابندہ نے کام والی ماسی کو اشارہ کیا ہی تھا کہ وہ خود تن فن کرتی وہاں آ پہنچی۔

"میری زندگی میں آگ لگا کر تم کیسے اتنی مطمئن زندگی گزار سکتی ہو؟ ہاں۔" سائیڈ ٹیبل پر رکھا گلدان اٹھا کر اس نے زور سے زمین پر دے مارا تھا۔

"لیلیٰ کیا ہوا ہے؟ کیوں ایسے......" مہر امی

www.pklibrary.com

بھاگتی ہوئی آئی تھیں۔

"دور رہیں مجھ سے۔" وحشت زدہ انداز میں انگلی اٹھا کر اس نے مہر امی کو آگے بڑھنے سے روکا تھا۔ "آپ نے ہی اس بلا کو مسلط کیا ہے ناخرم کے سر پر۔ اب آپ ہی اس کو اتاریں گی۔"

تابندہ کی طرف اشارہ کرتی وہ ہذیانی انداز میں چلاتی جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی گئی۔ تابندہ نے لڑکھڑا کر دیوار کا سہارا لینا چاہا۔ لیکن زمین پر گرتی چلی گئی۔

مہر خالہ نے پریشانی سے اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تو اس نے کسمسا کر آنکھیں کھول کر پھر سے بند کریں۔ لٹھے کی مانند سفید پڑتا چہرہ۔

کئی دنوں سے اس کی طبیعت گری گری سی تھی۔ کھانا پینا بھی برائے نام ہی رہ گیا تھا۔ مہر نے اپنی غفلت پر خود کو خوب کوسا۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد لاکھ انکار کے باوجود اسے ڈاکٹر کے پاس لے آئیں۔

"کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے ہو جاتا ہے ایسا۔ ان کی ڈائیٹ کا خیال رکھیں۔ ایک آدھ ہفتے بعد ٹیسٹ کی رپورٹ آجائے گی تو ہم آپ کو انفارم کر دیں گے۔"

ڈاکٹر پیشہ وارانہ مسکراہٹ کے ساتھ نرمی سے بول رہی تھی۔

☆☆☆

کال پر خرم سے بات کرنے کے بعد رخسار چھت سے نیچے اتری تو نانی صحن میں ہی جائے نماز بچھائے عصر پڑھ رہی تھیں۔

"جھولی پھیلا پھیلا کر کیا مانگتی رہتی ہیں اللہ سے؟" کرسی پر بیٹھ کر وہ یوں ہی پاؤں ہلاتی نانی سے پوچھنے لگی۔

"اس گھر کے سکون اور خوشیوں کے لیے ہی دعا مانگتی رہتی ہوں۔"

"تھوڑی سی دعا میرے لیے بھی کر دیا کریں؟"

"تیری ہدایت کی تو روز دعا مانگتی ہوں خدا سے۔"

رخسار نے اچھل کر دونوں بازو کمر پر باندھ لیے۔ "نانی!"

"میرے لیے خرم کو نہیں مانگ سکتیں کیا؟"

"وہ اب کسی اور کا ہو چکا ہے۔" نانی حد سے زیادہ سنجیدہ ہو گئیں۔ وہ بے خبر نہیں تھیں۔

"میں اسے اپنے سوا اور کسی کا ہونے نہیں دوں گی۔"

نانی نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ "یہ آگ اور پانی کا کھیل کھیلنا چھوڑ دے رخسار! نصیبوں سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔"

رخسار نے ناگواری سے سر جھٹکا۔ نانی مایوسی سے سر ہلاتی جائے نماز اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

"کیا کہہ رہا تھا خرم؟" لبنیٰ بیگم گیلے ہاتھ دوپٹے کے پلو سے پونچھتی کچن سے باہر نکل کر اس کی طرف آئیں۔

"وہی بابا کی بیماری......" اس نے بے زاری سے جامن کے پیڑ پر بیٹھی گلہری کو گھورا۔ "میں تو پہلے ہی آپ سے کہہ رہی تھی یہ گھی سیدھی انگلی سے نکلنے والا نہیں ہے۔ آپ کی خوش فہمی تھی کہ لیلیٰ کو یہاں لا کر اس کے ذریعے خرم اور اقبال خالو پہ دباؤ ڈالیں گی۔"

رخسار آج ہر چیز سے اکتائی ہوئی تھی۔

"اپنی ماں کو اتنا بھی ہلکا مت لو تم۔ دیکھنا اس کی گردن پر چھری رکھ کر کیسے دستگیر سب کچھ نکلواتا ہے۔" ان کا ذہن نئے تانوں بانوں میں الجھنے لگا تھا۔

☆☆☆

انہوں نے نجانے کیا منتر پڑھ کر پھونکا تھا کہ دستگیر کال پہ ہی اس پر چڑھ دوڑا۔ لیلیٰ بور کا جو لڈو کھانے کے لیے اچھل کود کر رہی تھی اب وہی لڈو اس کے حلق میں بری طرح پھنسنے لگا تھا۔

دستگیر کا غصہ اسے اندر ہی اندر بری طرح خائف کرنے لگا تھا اور غصے کی وجہ جوں کی توں برقرار

www.pklibrary.com

تھی۔ اس بار وہ اسے کوئی رعایت دینے کو تیار نہیں تھا۔ لیلیٰ کی ساری وضاحتیں دل میں ہی رہ گئیں زبان پر لانے کا اس نے موقع ہی نہیں دیا۔ وہ سارے گھر میں جلتے پیر کی بلی کی مانند گھوم رہی تھی۔ شام کو خرم آیا تو اس کے سامنے پھٹ پڑی۔

بری طرح روتی لیلیٰ اسے حواس باختہ کر گئی تھی۔ نانی، لبنیٰ خالہ، رخسار نجانے کن کونوں کھدروں میں چھپی ہوئی تھیں کہ ان تک لیلیٰ کے رونے، کرلانے کی آواز نہیں پہنچ پائی تھی۔

"میری زندگی ایسے ہی جہنم بنے رہے گی۔ کچھ ٹھیک نہیں ہوگا۔ کچھ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ جب تک......"

لیلیٰ کو سنبھالتے خرم ضبط کی انتہا پر تھا۔

آنکھوں میں بے تحاشا سرخی لیے وہ گھر آیا تھا۔ اقبال صاحب اور مہر خالہ کو چائے دینے کے بعد تابندہ نے اس کی طرف کپ بڑھایا تو اس نے کپ اس کے ہاتھ سے لے کر غصے سے فرش پر دے مارا۔

"سی" کی آواز نکالتی تابندہ نے فوراً پاؤں پیچھے ہٹائے تھے۔ مہر امی فوراً کرسی اٹھی تھیں۔ "یہ کیا حرکت ہے خرم۔؟"

"آپ نے ہمارے ساتھ جو کیا اس کے بارے میں کیا کہیں گی؟" وہ ان کے سامنے کھڑے ہو کر چلایا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے خرم؟" اقبال صاحب نے تادیبی انداز میں اسے ٹوکا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔ "آج آپ نہیں بولیں گے بابا!"

اقبال صاحب کے کندھے ڈھلک گئے تھے۔ وہ درشتی سے مہر امی کی طرف مڑا۔

"زندگی عذاب بنا کر رکھ دی ہے انہوں نے ہماری۔ ہماری ماں کی جگہ پر قابض ہو گئیں۔ ہمارے بابا، ہمارے گھر پر اپنا تسلط جما لیا لیکن پھر بھی انہیں سکون نہیں ملا" اس کا تنفس تیز تر ہوتا گیا۔ "ان کے غلط فیصلے کی وجہ سے لیلیٰ کی زندگی آج جہنم بنی ہوئی ہے۔ ہمیں نیچا دکھانے کے لیے انہوں نے اپنی مرضی کر تو لی لیکن اس کا بھگتان ہم دونوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ دیکھیے گا اسے بھی وہ مقام نہیں دے گا جب تک میں اسے طلاق......"

"خرم!" اقبال صاحب حلق کے بل چلائے تھے۔ "میرے گھر میں یہ لفظ نہیں بولا جائے گا۔" ان کا وجود کمزور شاخ کی مانند لرزنے لگا تھا۔

"آپ اس معاملے سے دور رہیں بابا!" آج وہ آر یا پار کرنے پر تلا ہوا تھا۔ تابندہ اپنے پیروں سے اٹھتی درد کی ٹیسوں کو بھلائے ساکت سی کھڑی تھی۔

"خرم ٹھیک کہہ رہا ہے اقبال! ساری غلطی میری ہی ہے۔ مجھے اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔" کرسی کی پشت تھامے وہ آہستہ سے بول رہی تھیں۔

"ماں کہنے اور ماں سمجھنے میں فرق ہوتا ہے۔ میں یہ بات کبھی نہیں سمجھ پائی۔ شادی کے پانچ سال بعد جب بے اولادی کے جرم کی پاداش میں غفور احمد نے مجھے طلاق دے کر اپنے گھر سے نکالا تھا تو مجھے شادی کے نام سے ہی نفرت ہو گئی تھی۔ مرد ذات پر میرا اعتبار اٹھ گیا تھا۔ اماں، ابا کی لاکھ کوششوں، منتوں کے باوجود میں دوسری شادی پر تیار نہ تھی کیونکہ مجھے ایک ایسے جرم کی سزا سنائی گئی تھی جو میں نے کیا ہی نہیں تھا۔

سات سالوں تک میں اسی اذیت کی بھٹی میں جلتی، سلگتی رہی۔ لیکن جب مجھے بتایا گیا کہ بن ماں کے بچوں کو ایک ماں کی ضرورت ہے تو میرے اندر ان بچوں کے لیے ممتا کے سوتے پھوٹ پڑے تھے۔ میرے انکار کو اقرار میں بدلنے کے پیچھے سب سے بڑی اور مضبوط وجہ وہ بن ماں کے معصوم بچے ہی تھے۔ پانچ سال کا اکھڑے تیور لیے خرم اور چار سال کی وہ پھولے ہوئے گالوں والی لیلیٰ جن کو زبردستی اپنے گلے لگا کر میں نے اپنی پیاسی ممتا کو سیراب کرنا چاہا۔

www.pklibrary.com

میں نہیں جانتی ان معصوم ذہنوں میں سگی، سوتیلی کا امتیاز کیسے بٹھایا گیا میرے لیے آپ دونوں ہمیشہ میری اولاد ہی رہے، خدا گواہ ہے میں نے آپ کے بابا کو آپ دونوں کے خلاف کبھی نہیں اکسایا۔ میرا قصور صرف اتنا تھا کہ میں نے آپ کی ماما کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد اس گھر میں آپ کے بابا کی زندگی میں قدم رکھا۔ اگر سدرہ کی زندگی میں، میں آپ کے بابا، آپ کے گھر پر ''قابض'' ہوتی تو آپ بے شک مجھے پتھر کھینچ کر بھی مارتے تو میں اف تک نہ کرتی۔''

وہ ایک طویل سانس اپنے اندر اتار کر رکی تھیں۔ اقبال صاحب سر جھکائے بیٹھے تھے خرم خاموشی سے سر جھکائے فرش کو گھورتا رہا۔

''مجھے لگا تھا اس گھر کے لیے، آپ کے لیے رخسار سے بہتر انتخاب تابندہ ہے۔ لیکن میں غلط تھی۔ آپ نے ثابت کر دیا نفرت، محبت سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔''

انہوں نے گردن موڑ کر تابندہ کی طرف دیکھا۔ چند قدم اس کی طرف بڑھ کر اس کا ٹھنڈا یخ ہاتھ تھام لیا۔

''چلو بیٹا! میں نے تم سے کہا تھا نا جس دن مجھے لگے گا میدان چھوڑ جانا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے تو اسی دن میں تمہارا ساتھ دوں گی۔''

انہوں نے تابندہ کا بازو تھاما تھا جس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

☆☆☆

واپسی کا سفر بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ چھ ماہ قبل ان ہی راستوں پر وہ اسے بہت ساری امیدوں کے ساتھ اپنے ہمراہ لے کر گئی تھیں۔ آج ان ہی راستوں پہ واپس آتے وہ بالکل اکیلی تھیں۔ خالی ہاتھ...... انہوں نے تھک کر سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

ان کے گھر واپس آنے سے پہلے ہی تابندہ کے چلے جانے کی خبر لیلیٰ کے گھر تک پہنچ گئی تھی۔

''چلو خس کم جہاں پاک'' لیلیٰ خالہ نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑے تھے۔

رخسار کے قدم مارے خوشی کے زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ اس نے خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کیا تھا۔ جیت کا نشہ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

''کچھ بتاؤ تو سہی یہ سب ہوا کیسے؟ وہ اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی لگ تو نہیں رہی تھی۔ اور وہ تمہاری مہر امی انہوں نے کیسے جانے دیا اسے؟''

''وہ چلی گئی کیا یہ کافی نہیں ہے؟'' خرم نے سنجیدگی سے کہا۔ دستگیر سے کال پہ بات کرتی لیلیٰ نے چونک کر اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا تھا۔ خرم وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آ گیا۔

اقبال صاحب اپنے کمرے میں تھے۔ مہر امی برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی سامنے دانہ دنکا چگتی بھوری چڑیوں کو خاموشی سے تک رہی تھیں۔

وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ دروازہ بند کر کے کھڑکیوں کے پردے گرائے۔ اس کا ذہن اس وقت بہت منتشر ہو رہا تھا۔ گھپ اندھیرے کمرے میں وہ چت لیٹا نادیدہ چھت کو گھورتا رہا۔

☆☆☆

''سمجھ دار ہے تمہارا بھائی، اس لیے جلد ہی سمجھ گیا۔'' دستگیر اس بار آیا تو اس کا موڈ قدرے بہتر تھا۔ لیلیٰ نے سکون کی سانس لی۔ ورنہ اس کے غصے اور ہر وقت کی جھاڑ نے اسے ادھ موا کر رکھا تھا۔ شادی کے بعد آج پہلی بار اس نے خود کو اتنا ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔ دستگیر بھی آج پہلے والا دستگیر بن گیا تھا۔ اس پر مر مٹنے والا۔

شام ڈھلے خرم کی آنکھ کھلی تھی۔ دیر تک شاور لینے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکلا تو عجیب سی خاموشی اور ویرانی نے اس کا استقبال کیا۔ شور، ہلا گلا تو ویسے بھی کہاں کبھی نہیں ہوا لیکن دیواروں سے لپٹی رہی وحشت زدہ سی بو، اداسی اور بے مردگی بھی اس نے پہلی بار ہی محسوس کی تھی۔

www.pklibrary.com

"کھانا کھالو خرم!" مہرامی کچن سے باہر نکل آئی تھیں۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ بنا ان کی طرف دیکھے باہر چلا گیا تھا۔ پہلے وہ ان کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اب ان کی طرف اس سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔

"اوہ خرم! میں تمہیں بتا نہیں سکتی میں کتنی ایکسائیٹڈ ہوں۔" رخسار اسے دیکھتے ہی چہکی تھی۔ گلابی تنگ قمیص کا ہم رنگ رسی نما دوپٹا گردن میں ڈالے۔ خرم نے نگاہ پھیر لی۔

"کیا ہوا؟ منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟ اس دیہاتن کے جانے کا غم تو نہیں منا رہے؟" رخسار نے اسے چھیڑا۔

"بکواس مت کرو یار۔" خرم نے بے زاری سے ٹوکا۔ تو وہ ہنسی دبا کر کہنے لگی۔

"مجھ پر کیوں غصہ کر رہے ہو؟ مہرامی نے تو کچھ نہیں کہہ دیا؟ بہت چہیتی تھی نا وہ ان کی؟"

اب کی بار وہ بری طرح چڑ گیا۔ "خدا کے لیے رخسار! خواہ مخواہ کے مفروضے گھڑنے مت بیٹھ جایا کرو۔" رخسار اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"ابھی تو وہ صرف گھر سے گئی ہے۔ پکا کاغذ کب بھجوا رہے ہو؟" لبنیٰ خالہ کو آدھی ادھوری خوشی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"بھجوا دوں گا خالہ!" وہ بے زاری سے کہتا وہاں سے اٹھ آیا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" انہوں نے اچنبھے سے رخسار کی طرف دیکھا تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔

☆☆☆

بابا نہ تو اس پہ غصہ ہوئے تھے۔ نہ ہی اسے برا بھلا کہا۔ ناراضی کا اظہار تک نہیں کیا۔ بس خاموش ہو گئے۔ ان کی یہی خاموشی ہی تو اسے بری طرح جھنجلاہٹ میں جلا کر رہی تھی۔

مہرامی ویسے بھی زیادہ نہیں بولتی تھیں لیکن جب سے تابندہ اس گھر میں آئی تھی تو وہ اکثر اس سے باتیں کرتی دکھائی دیتیں۔ کبھی کچن میں ایک ساتھ کھانا بناتے ہوئے، کبھی لاؤنج میں ٹی وی دیکھتے تو کبھی صحن میں کرسیوں پر بیٹھ کر شام کی چائے پیتے ہوئے گفتگو کے لیے کوئی نہ کوئی موضوع زیر بحث ہوتا۔ لیکن اس دن کے بعد انہوں نے بھی چپ سادھ لی۔ خاموشی سے گھر کے کام کیے جاتیں۔ اس روز بھی وہ نجانے کہاں مصروف تھیں کہ لینڈ لائن کی مسلسل بجتی بیل پر بھی باہر نہ نکلیں۔ ناچار خرم کو ہی کال اٹینڈ کرنی پڑی۔

الشفاء کلینک سے کسی ڈاکٹر عائشہ کی کال تھی۔

ان کی بات سن کر اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"مسز خرم کچھ عرصہ پہلے ہمارے کلینک پہ آئی تھیں۔ ان کی پریگنینسی ٹیسٹ رپورٹ پازیٹو آئی ہے آپ کل گیارہ بجے تک ان کی رپورٹ لے جا سکتے ہیں۔"

وہ تو ہلنے کے بھی قابل نہیں رہا تھا۔

"کس کی کال ہے خرم؟" مہرامی کے پوچھنے پر اس نے چونک کر ہاتھ میں پکڑا ریسیور کریڈل پر رکھا۔

"الشفاء کلینک سے ڈاکٹر عائشہ کی کال تھی۔" نظریں چرا کر کہتا وہ باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

"واہ اماں! مان گئی آپ کو۔" بالوں کو اونچی پونی ٹیل میں باندھے رخسار دھپ سے لبنیٰ بیگم کے برابر تخت پر آ بیٹھی تھی۔

"آپ کا چلایا سارا چکر اب میری سمجھ میں آیا ہے۔ جب آپ نے بیٹھے بٹھائے اس لیلیٰ کو بیاہ کر لانے کا شوشا چھوڑا تو مجھے آپ پر بہت غصہ آیا لیکن آپ نے سچ کہا تھا لیلیٰ یہاں آئے گی تو ہی اس کے ذریعے ان لوگوں پر دباؤ ڈال کر اس پینڈو کو وہاں سے چلتا کیا جا سکتا ہے۔"

ان کا پاندان کھول کر وہ سونف ہتھیلی پر رکھ کر پھانکتی انہیں خراج تحسین پیش کر رہی تھی۔

"تو اور کیا؟" دستگیر کے ذریعے ہی ان سب کو

www.pklibrary.com

سیدھا کیا ہے۔ اب دیکھنا ایک دو دن میں یہ تمہارے اور خرم کے نکاح کی تاریخ کی بات کرنے کیسے سر کے بل چل کر اپنے باپ کے پاس جاتی ہے۔"

رخسار کو ماں کے کہے پر یقین تھا اس لیے سونف پھانکتی طمانیت سے مسکراتی رہی۔

"ویسے اماں! مجھے امید نہیں تھی ان کی مہر امی اتنی جلدی ہتھیار ڈال دے گی۔"

"ارے ہتھیار کیسے نہ ڈالتی؟ جب دونوں بچوں کو ہی میں نے اس کے مقابل لاکھڑا کر دیا دونوں کے دلوں میں بچپن ہی سے میں نے اس کے خلاف اتنا زہر بھر دیا ہے کہ یہ زندگی بھر اس کے کسی سچ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ کتنی سے بڑھ کر ہے لیکن رہے گی ہمیشہ سوتیلی۔" انہوں نے فخریہ سینہ پھلا کر کہا تھا۔

دروازے کے باہر مجسمہ بنی لیلیٰ بھربھری مٹی کی طرح ڈھے جانے کو تھی۔

☆☆☆

"فرزانہ سے کہیں، کچھ تو خدا کا خوف کرے۔ اس کی حالت پر رحم کرے۔ کیا وہ اس پوزیشن میں ہے کہ اس کے مظالم برداشت کر سکے؟" مہر امی پریشانی سے فون پر کسی سے بلند آواز میں بات کر رہی تھیں۔ خرم کے قدم بے ساختہ ٹھٹکے تھے۔

"خدا کے لیے بھابھی! آپ پلیز جا کر فرزانہ کو سمجھائیں۔ قسمت نے اگر اسے دوبارہ اس کے در پر لا پھینکا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں وہ اس کے ساتھ جو مرضی سلوک کرتی رہے۔ اوپر سے اس کی حالت......"

پریشانی سے بولتے ہوئے ان کی آواز بلند ہو گئی تھی۔ دوسری طرف نجانے کہا گیا کہ انہوں نے اپنے جلد آنے کی یقین دہانی کروانے کے بعد فون بند کر دیا تھا۔

خرم کو عجیب سی بے چینی نے آ گھیرا تھا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے آفس بیگ میز پر رکھا بیڈ پر بیٹھ کر جھکتے ہوئے جوتے اتارنے لگا۔ سیدھا ہوا تو نظر سامنے صوفے پر رکھے تکیے پر گئی تھی۔ روز خرم کے باہر جانے کے بعد وہ کمرہ سمیٹتے ہوئے اپنا تکیہ اٹھا کر بیڈ پر رکھ دیتی اور رات کو اس کے آنے سے پہلے وہی تکیہ کبھی کارپٹ تو کبھی صوفے پہ پڑا ہوتا۔ اس دن وہ اسے بیڈ پر رکھنا بھول گئی تھی۔

اس کی سرد مہری اور ناگواری کے باوجود بھاگ بھاگ کر اس کے کاموں کے پیچھے ہلکان ہوتی، گھڑی کی سوئیوں کے حساب سے اس کے کھانے، ناشتے کا خیال رکھتی وہ اسے جاہل، ان پڑھ اور نجانے کیا کچھ کہتا رہتا، وہ پلٹ کر جواب تک نہ دیتی یہاں سے جانے کے بعد گویا وہ ہر جگہ اپنے ہونے کا نشان چھوڑ گئی تھی۔

الماری میں ہینگ کیے اس کے کپڑے، دراز میں پڑی کانچ کی چوڑیاں اور وہ برستی رات......

خرم کے اندر کچھ جلنے لگا تھا۔ اسے گھٹن محسوس ہوئی تو اٹھ کر کھڑکی کھول دی۔ شرٹ کے اوپری بٹن کھول کر گہرے سانس لیے۔

جسے اس نے نگاہ اٹھا کر بھی دیکھنا گوارا نہیں کیا تھا آج وہ اسے پوری جزئیات کے ساتھ ازبر ہو رہی تھی۔ اسے اور رخسار کو ایک ساتھ دیکھ کر اس کے چہرے کی پھیکی پڑتی مسکراہٹ یاد آئی۔ اس کے آنسو، اس کی بے یقین نگاہیں یاد آئیں جب مہر امی کے ساتھ جاتے ہوئے اس نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اور اب بس!

سہ پہر ڈھلنے کو تھی خرم مضطرب سا باہر نکل آیا سامنے مہر امی جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔

"مجھے ایمرجنسی میں گوٹھ جانا پڑ رہا ہے۔ آپ کے بابا آئیں تو انہیں بتا دینا ابھی وہ میری کال اٹینڈ نہیں کر رہے......" پریشانی سے کہتی وہ باہر چلی گئیں۔

"ایمرجنسی؟" خرم کے دل کو جیسے کسی نے پاؤں تلے مسلا تھا۔ وہ پریشانی سے صحن میں چکر کاٹ رہا تھا جب بابا آئے۔ وہ رک کر انہیں بتانے لگا۔

وہ خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر بنا کوئی جواب

www.pklibrary.com

دیے خاموشی سے اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئے۔
خرم نے بے بسی سے ان کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔
عقبی دیوار پر شام کی نارنجی کرنیں ترچھی ہو کر پڑ رہی تھیں جب لیلیٰ آہستہ سے چلتی اس کے قریب برآمدے کی سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔
"جانتے ہو خرم! وہ اتنی بری نہیں تھیں جتنا انہیں بنایا گیا۔ جتنا ہم انہیں سمجھتے رہے۔" خرم چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا جبکہ وہ سامنے جامن کے پیڑ پر بنے ...... گھونسلے کو دیکھ رہی تھی جہاں کوؤں کا ایک جوڑا شام ڈھلنے سے پہلے ہی لوٹ آیا تھا۔
"یاد کرو تو کبھی کوئی ایسا لمحہ گرفت میں نہیں آتا جب ان کے اکسانے پر بابا نے ہم پر سختی کی ہو، ہمیں ڈانٹا ہو یا پھر ہم پر ہاتھ اٹھایا ہو......؟ کیا تمہاری یادداشت میں ہے کوئی ایسا لمحہ؟" اس نے خرم کی طرف دیکھا تو اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلا دیا۔
وہ تلخی سے ہنس دی۔ "پھر بھی ہم زندگی بھر سوتیلی، سوتیلی کا راگ الاپتے، اپنے گلے میں مظلومیت کا ڈھول ڈالے اسے اندھا دھند پیٹتے رہے۔ لیکن یہ ڈھول ہمارے گلے میں ڈالا کس نے؟"
خرم بنا پلک جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا۔
"ہمارے ان سگے رشتوں نے جن کے مصنوعی لگاوٹ بھرے لہجوں کے پیچھے زہر میں بجھے اتنے تیر گڑے کہ ہم شاید زندگی بھر انہیں شمار نہ کر سکیں۔"
لیلیٰ نے تھک کر اپنا سر اپنے بھائی کے چوڑے کندھے پر رکھ دیا تھا۔
"ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔ وہ رخسار جس نے اپنی خوب صورتی سے تمہیں الجھائے رکھا۔ خودنمائی کی ان تھک کوششوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ مہر امی کا انتخاب درست تھا خرم! ہمیں یہ بات سمجھنے میں بہت دیر لگی۔"
آہستہ آہستہ اندھیرا پھیل رہا تھا۔ آسمان پر اکا دکا ستارے ٹمٹمانے لگے۔
"لیکن اب بہت دیر ہو چکی ہے۔" خرم نے مایوسی سے سر جھٹکا۔
"ایسی کوئی رات نہیں جس کی صبح نہ ہو۔" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ خرم سر اونچا کیے اسے دیکھنے لگا۔

☆☆☆

مہر امی رات ادھر ہی رک گئی تھیں۔ بابا کو ہلکا ہلکا ٹمپریچر تھا۔ خرم نے ساری رات ان کے سرہانے جاگ کر گزاری۔ صبح کے قریب کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ بابا نے اٹھتے ہوئے اپنی چادر پھیلا کر اس پر ڈال دی۔ دن چڑھ آیا تھا جب مہر امی کی آواز پر اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔ بابا کی چادر ان کے بستر پر رکھنے کے بعد وہ جلدی سے اٹھ کر باہر آیا تھا۔
"فریش ہو جاؤ خرم! میں جب تک ناشتا لگاتی ہوں۔"
کسی معمول کی طرح کچن میں مصروف انہوں نے سبز جالی والی کھلی کھڑکی کے پار نظر آتے خرم کو دیکھ کر کہا تھا۔ خرم کم از کم ان کے منہ سے یہ نہیں سننا چاہتا تھا چند ثانیوں تک یوں ہی کھڑا رہا۔ پھر فریش ہونے کے بعد بابا کے ساتھ بیٹھ کر بے دلی سے ناشتا کرنے لگا۔ وہ منتظر ہی رہا کہ شاید مہر امی کچھ بتائیں لیکن وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتی کاموں میں لگی رہیں۔
بابا اخبار پر نظریں دوڑاتے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے آفس سے آج چھٹی کر لی تھی۔ خرم مہر امی کی طرف دیکھتا گومگو کی کیفیت میں تھا کہ دیوار پار لیلیٰ کے گھر سے اٹھنے والے شور پر مہر امی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
"میں جا کر دیکھتا ہوں۔" وہ فوراً اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بھاگا تھا۔
"خرم اسے طلاق نہیں دے گا۔"
دستگیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لیلیٰ نے کہا۔
"کیا کہا تم نے؟" مارے صدمے اور حیرت سے لبنیٰ خالہ کی آواز پھٹ سی گئی۔

www.pklibrary.com

"میں نے کہا خرم اپنے ہونے والے بچے کی ماں کو طلاق نہیں دے گا اور نہ ہی میں اسے مجبور کروں گی۔ سنا آپ نے؟"

وہ ان سے زیادہ اونچی آواز میں چلائی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

"بچہ؟" رخسار نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ہاں رخسار! خرم کا بچہ۔ اس کی بیوی کو تو گھر سے نکالنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا گیا اس کے بچے کو دنیا میں آنے سے روک سکتی ہو؟ ایک ہی خواہش کے پیچھے اندھا دھند بھاگتے تم صحیح اور غلط کی تمیز تک بھلا بیٹھیں۔ ایک لمحہ کے لیے ٹھہر کر سوچو کیا واقعی یہ محبت ہی ہے؟ تمہیں اپنے اندر سے جواب مل جائے گا۔ جو ضد تم نے باندھ رکھی ہے اس کی دھول میں محبت تو کب کی گم ہو گئی......"

رخسار پہ جیسے ایک جنون سا سوار ہو گیا۔ "ہاں نہیں ہے مجھے تمہارے بھائی سے کوئی محبت۔ لیکن وہ ہمیشہ میرا تھا اور اسے ہمیشہ میرا ہی رہنا چاہیے تھا۔ میں اس ملکیت سے اسے کبھی آزاد نہیں کروں گی۔"

خرم پر جیسے کسی نے ٹھنڈا یخ پانی انڈیل دیا تھا۔ وہ اپنی جگہ منجمد سا کھڑا رہ گیا۔

"یہ بھی ہماری خالہ کی ہی مہربانی ہے۔" وہ زخمی سا مسکرائی۔

"تمہاری اتنی جرات کہ تم میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہی ہو؟" غیض و غضب کے مارے لبنیٰ خالہ کا چہرہ کئی رنگ بدل رہا تھا۔

"یہ جرات مجھے بہت پہلے کر لینی چاہیے تھی خالہ!" وہ نڈر لہجے میں بولی تھی۔

"میں اپنی بیٹی کے حق پہ کسی کو ڈاکہ ڈالنے نہیں دوں گی۔ تم دیکھنا میں......" وہ غصے سے پاگل ہونے لگیں۔

"بس کریں خالہ! اب بس کر دیں۔ بیٹیاں کوئی اتنی گری پڑی نہیں ہوتیں کہ انہیں کسی کے قدموں کی زنجیر بنانے کے لیے سازشوں کے جال بنے جائیں۔" اس نے سفید چہرہ لیے ساکت کھڑی رخسار کی طرف اشارہ کیا تھا۔ خرم کی طرف جب اس نے دیکھا تو جان گئی وہ یہ بازی ہار گئی تھی۔

"ارے دستگیر! بے غیرت کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ چوٹی سے پکڑ کر نکال باہر کرو اسے۔" انہوں نے دستگیر کو جھنجوڑا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے خالہ! میں خود ہی یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ کیونکہ میں یہ بات سمجھ گئی ہوں کہ شرطوں کی بنیاد پر طے پانے والے رشتے کبھی پائیدار ثابت نہیں ہوتے۔ محبت غیر مشروط ہی اچھی لگتی ہے اور جس دن یہ بات دستگیر کی سمجھ میں آ گئی وہ خود مجھے لینے آ جائے گا کیونکہ سچی محبت کے رنگ اتنے کچے نہیں ہوتے۔"

دستگیر کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتی وہ مڑی تھی اور حیرت سے بت بنے کھڑے خرم کا بازو پکڑ کر کہا۔

"چلو خرم!"

☆☆☆

پریشانی کے مارے ٹہل ٹہل کر مہرامی کی ٹانگیں شل ہونے لگیں تو وہ کرسی پر بیٹھ گئیں۔ اسی وقت بیرونی دروازہ کھلا تھا۔ خرم اور لیلیٰ کو ایک ساتھ آتا دیکھ کر وہ ٹھٹکیں۔

"سب ٹھیک تو ہے؟ تم ٹھیک ہو لیلیٰ؟"

انہوں نے پریشانی سے باری باری دونوں کا چہرہ دیکھا تھا۔ لیلیٰ نے آگے بڑھ کر ان کے پیروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیے۔ وہ ساکت سی رہ گئیں۔

"آج میں آپ سے کچھ نہیں کہوں گی سوائے اس کے کہ صرف جنم دینے والی ہی ماں نہیں ہوتی۔ کچھ آپ جیسی بھی ہوتی ہیں جو ماں نہ ہونے کے باوجود اپنی ساری ممتا لٹا دیتی ہیں۔"

اس کے گرم گرم آنسو ان کے قدموں پر گر رہے تھے۔ "مجھے معاف کر دیں پلیز۔"

وہ ان کے قدموں پہ سر رکھ کر بہت سارا رونا

www.pklibrary.com

چاہتی تھی۔ مہر نے تڑپ کر اسے سیدھا کیا۔ اپنے کمرے سے باہر نکلتے بابا نے حیرت بھری بے یقینی سے یہ منظر دیکھا تھا۔ خرم الٹے قدموں مڑا اور آہستہ سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

یہ کھیت کھلیان، یہ پگڈنڈیاں اور ان کچی پکی گلیوں سے بھی آشنا نہیں تھا۔ لیکن جس کے لیے اس نے یہ سفر طے کیا تھا وہ اسے یوں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔

رنگ اڑے بوسیدہ کپڑوں میں دوپٹہ پھیلا کر اپنے وجود کو چھپائے، ڈھلے، بے یقین چہرے کے اطراف سادہ چوٹی سے نکل کر بالوں کی لٹیں کان کے پیچھے اڑستی وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔ جو اس سے چند قدموں کے فاصلے پر رک گیا تھا۔

"اب کس کے بل پر اتراتی ہو؟ وہ جس نے تمہیں ہاتھ سے پکڑ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ اسی طرح ایک دن پکا کاغذ تمہارے منہ پر مار کر چلا جائے گا۔"

وہ لمحہ جس کے لیے فرزانہ بھابھی اسے روز تیار کرتیں آج وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اسے اس لمحے خوف آیا تھا۔

"ارے میں کہتی ہوں کانوں میں تیل ڈال کر کھڑی ہو جو سنائی نہیں دے رہا۔ دن چڑھ آیا ہے اور تم نے ابھی تک تندور نہیں جلایا......"

چیختی چنگھاڑتی فرزانہ کا والیوم اس پر نظر پڑتے ہی ایک دم مدہم ہوا تھا۔

"تم......؟"

"میں خرم ہوں۔ اپنی بیوی کو لینے آیا ہوں۔" فرزانہ بھابھی نے جھٹکا کھا کر اسے دیکھا تھا، نکاح کے بعد وہ زنانے میں آنے کے بجائے فوراً واپس اپنے گھر چلا گیا تھا۔

وہ پہلی بار تابندہ کے شان دار شوہر کو دیکھ رہی تھیں جس کے طعنے وہ اٹھتے بیٹھتے تابندہ کو دینا نہیں بھولتی تھیں۔

"میں اتنا عرصہ اپنی ذمہ داری سے غافل رہا۔ آپ کو تکلیف ہوئی معذرت خواہ ہوں۔ آپ پلیز یہ رکھ لیں۔" خرم نے ایک سائن شدہ چیک فرزانہ بھابھی کی طرف بڑھایا جس پر لکھی رقم پڑھ کر ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

"پہلی بار داماد گھر آیا ہے تم کون سے سوال جواب لے کر کھڑی ہو گئی ہو؟ جا کر کوئی چائے پانی کا بندوبست کرو۔" کھلے احاطے میں بکریوں کو چارہ ڈالتا ذیشان ہاتھوں سے بھوسا جھٹکتا بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"بہت شکریہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اب چلتے ہیں ویسے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔" حیران کھڑی تابندہ کے کندھے پر بازو پھیلا کر اسے چلنے کا اشارہ کیا تو وہ جیسے ایک دم ہوش میں آ گئی تھی۔

"اگر آپ دوبارہ مجھے یہاں چھوڑ جانے کے لیے لے کر جا رہے ہیں تو......"

"اب ایسا نہیں ہوگا۔" وہ نرم لیکن بے حد

www.pklibrary.com

مضبوط لہجے میں بولا تھا۔

سیاہ چمچماتی گاڑی کے گرد ننگ دھڑنگ بچے جمع ہو کر اشتیاق سے گردنیں اٹھا اٹھا کر انہیں دیکھنے لگے تھے۔ تابندہ نے سر سیٹ کی پشت سے لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اگر یہ خواب تھا تو بہت خوشنما تھا۔ وہ کچھ دیر اس خواب میں زندہ رہنا چاہتی تھی۔

احتیاط سے ڈرائیونگ کرتا خرم گاہے بہ گاہے ایک نظر اس پر ڈال لیتا جو لمبی مسافت طے کرنے کے بعد آنکھیں موندے اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی تھی۔ بیرونی گیٹ پہ گاڑی کے ٹائر چرچرائے تو لیلیٰ نے بھاگ کر پورا گیٹ کھول دیا۔ خرم کے ساتھ قدم ملا کر چلتی تابندہ کو دیکھ کر مہرامی کے قدم زنجیر ہوئے تھے۔ انہوں نے خوش گوار حیرت سے ان دونوں کو دیکھا۔

لیلیٰ پر نگاہ پڑتے ہی تابندہ کے قدم سست پڑے تھے۔ لیلیٰ نے خود ہی آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔

''ویلکم ہوم بھابھی!''

''ارے بھئی اب اندر بھی آ جاؤ'' اقبال صاحب کی پر جوش آواز تشکر کے احساس سے بھیگنے لگی تھی۔ انہوں نے اس وقت خود کو بہت توانا محسوس کیا تھا۔ گھر میں ہوتی خوش گوار سی چہل پہل کو دیکھ کر درو دیوار سے لپٹی اداسی اور پژمردگی کی بیل مرجھا کر جھڑنے لگی تھی۔

☆☆☆

''ایسے کیوں کھڑی ہو؟''

خرم اندر آیا تو اسے کمرے کے بیچ و بیچ کھڑے دیکھ کر پوچھا۔ تابندہ نے گہری سانس اپنے اندر اتاری۔ ''شاید ابھی تک اس گھر، کمرے اور آپ کی زندگی میں اپنی حیثیت کا تعین نہیں کر سکی۔''

''میں بہت شرمندہ ہوں تابندہ!'' وہ اس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''آپ کی شرمندگی سے بات تو نہیں بنتی۔'' وہ زخمی سا مسکرائی بہت کچھ یاد آ گیا تھا اس لمحے۔

''شاید میری معذرت اور شرمندگی میرے گزرے کل کی غلطیوں کا ازالہ نہ کر سکے لیکن میں اپنے آنے والے کل کے بارے میں بہت پر یقین ہوں کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا جس سے تمہاری دل آزاری ہو۔''

تابندہ کی آنکھوں میں نمی چمکی۔ ''لیکن میں آپ کے معیار پہ پوری نہیں اترتی میرے پاس اس جیسی خوب صورتی اور دلکشی نہیں ہے۔''

خرم نے اس کا ہاتھ تھام کر بیڈ پہ بٹھایا اور خود بالکل اس کے سامنے آ بیٹھا۔

''وہ خوب صورتی نہیں تھی۔ ایک سراب تھا، ایک بہکاوا۔ لحاظ، شرم، حیا میں ہی عورت کی اصل زیب و زینت اور خوب صورتی ہوتی ہے اور یہ بات مجھے تم نے سکھائی ہے۔'' تابندہ کی آنکھوں کی نمی گالوں تک پھیل گئی۔

''اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میری اولاد ایک ایسی ماں کی گود میں پرورش پائے گی جس کے اخلاقی اقدار بہت بلند اور خوب صورت ہیں۔''

وہ اب زار و قطار رونے لگی تھی۔ خرم نے اٹھ کر دراز سے اس کی کانسی چوڑیاں نکالیں اور اس کے سامنے بیٹھ کر بہت احتیاط سے اس کا ہاتھ تھامے پہنانے لگا۔

''آپ کو تو ان کا شور پسند نہیں تھا؟''

''اب مجھے تم سے وابستہ ہر چیز دل و جان سے پسند ہے۔''

ایک ہاتھ کی پشت سے گیلے رخسار رگڑتی وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

''کھانا لگ چکا ہے۔ براہ مہربانی تھوڑی دیر کے لیے باہر تشریف لا کر ہمارے دسترخوان کو رونق بخشیں اور ہمیں شکریے کا موقع دیں۔''

باہر سے لیلیٰ کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ ابھی ابھی دستگیر کی کال سن کر آئی تھی۔

''جو کہہ رہا تھا'' تم نے ٹھیک کہا تھا سچی محبت کے رنگ واقعی اتنے کچے نہیں ہوتے۔''

☆☆